معارف کا زرتعاون

دستان میں سالانہ سو روپے فی شمارہ دس روپے

ان میں سالانہ دوسو پچاس روپے

ر ممالک میں سالانہ ہوائی ڈاک پچیس پونڈ یا چالیس ڈالر

بحری ڈاک نو پونڈ یا چودہ ڈالر

ترسیل زر کا پتہ : حافظ محمد یحیٰی شیرستان بلڈنگ

بالمقابل ایس ایم کالج اسٹریچن روڈ۔ کراچی

دہ کی رقم منی آرڈر یا بینک ڈرافٹ کے ذریعہ بھیجیں۔ بینک ڈرافٹ درج ذیل نام سے بنوائیں

DARUL MUSANNEFIN SHIBLI ACADEMY , AZAM

ہ ہر ماہ کی ۱۵ تاریخ کو شائع ہوتا ہے۔ اگر کسی مہینہ کے آخر تک رسالہ نہ پہنچے تو اس

گلے ماہ کے پہلے ہفتہ کے اندر دفتر میں ضرور پہونچ جانی چاہئے اس کے بعد رسالہ

نہ ہوگا ۔

وکتابت کرتے وقت رسالہ کے لفافہ پر درج خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔

ارف کی ایجنسی کم از کم پانچ پرچوں کی خریداری پر دی جائے گی۔

میشن ۲۵% ہوگا۔ رقم پیشگی آنی چاہئے۔

جلد ۱۶۸ ماہ رجب المرجب ۱۴۲۲ھ مطابق ماہ اکتوبر ۲۰۰۱ء عدد ۴

فہرست مضامین

شذرات ضیاء الدین اصلاحی ۲۴۲-۲۴۴

مقالات

تجرباتی علوم اور قرآن کا نظریہ علم وحی اور علم میں مطابقت کا ایک حیرت انگیز نظارہ مولانا محمد شہاب الدین ندوی صاحب ۲۴۵-۲۶۷

اقبال کا تصور انا حکیم ڈاکٹر الطاف احمد صاحب اعظمی ۲۶۸-۲۸۶

شاہ ولی اللہ کا اصل نام اور ضمیمہ تصانیف پروفیسر یٰسین مظہر صدیقی صاحب ۲۸۷-۳۰۸

معارف کی ڈاک

علی گڑھ کا اقلیتی کردار کاروان زندگی حصہ اول میں ایک سہو اور مولانا فراہیؒ سے علامہ شبلیؒ کا استفادہ جناب وارث ریاضی صاحب ۳۰۹-۳۱۷

مطبوعات جدیدہ ع۔ ص۔ ۳۱۸-۳۲۰

شذرات

...ان دنیا کی سب سے اعلا و اشرف مخلوق ہے لیکن اللہ نے اسے عبث نہیں بنایا ہے بلکہ ایک غرض و غایت سے
...وہ اعتدال اور سلامت روی اختیار کرے اور صراط مستقیم پر گامزن رہے۔ دنیا ابتلا و آزمائش کی جگہ ہے
...کے پرکشش اور دل فریب سامان ہیں قدم قدم پر شیطان کے مکر و فریب کا جال بچھا ہوا ہے آدمی اگرچہ
...ہے مگر خدا نے اسے عقل، ارادہ اور اختیار عطا کیا ہے شیطان اس پر قابو پا لیتا ہے نفسانی خواہشات
...اور دنیا کی دل فریبیاں اسے جادہ اعتدال اور صراط مستقیم سے منحرف کر دیتی ہیں اللہ تعالیٰ نے اسے بہترین
...ہے اور اس کے اندر غیر معمولی قوتیں اور صلاحیتیں ودیعت کی ہیں اگر وہ اس کی بخشی ہوئی نعمتوں کی قدر کرتا
...اور وہ قوتوں کا صحیح استعمال کرتا ہے اور نوع انسانی کو پروان چڑھانے اور نظام عالم کو بنانے اور سنوارنے کا
...سے سرفرازی و سربلندی، ابدی صلہ اور بادشاہی ملتی ہے لیکن جب وہ خدا کے دیے ہوئے ارادہ و اختیار کا
...رتا ہے ظلم و استکبار، ضد اور اکڑ کو اپنا شیوہ بنا لیتا ہے اور اپنے علم و عقل اور ذہانت و قابلیت سے اقوام عالم
...سامان کرنے لگتا ہے تو اس کا سارا شرف و امتیاز ختم ہو جاتا ہے اور وہ پست سے پست تر درجے میں پہنچ جاتا ہے۔

...پست ترین درجے میں پہنچ کر وہ نہایت خود سر ہو جاتا ہے اور سب کچھ کر گزرنے کے لئے تیار رہتا ہے،
...ل خاطر میں نہیں لاتا جو چیز اس کے لئے روا وہی دوسروں کے لئے ناروا ہو جاتی ہے اگر اس کا تعلق
...اور زور آور قوم سے ہو تو کمزور اور زیر دست اقوام کو پسپا کرنا اس کا مشن ہو جاتا ہے اپنے ظلم، چیرہ دستی اور
...سارے انسانوں کو خوف زدہ اور ہراساں کر دیتا ہے نظام عالم کو تہ و بالا، کمزوروں اور مظلوموں کے
...انسانی آبادیوں کو ویرانوں میں تبدیل کر کے فخر محسوس کرتا ہے حقیقت یہ ہے کہ قوموں کا عروج و
...ا کا جاہ و جلال بالکل عارضی اور ناپائدار ہے یہ مل مل جاتا اور چھن چھن جاتا ہے لیکن غرور و تمکنت
...قتدار کے متوالے انسانوں پر ایسی غفلت اور خود فراموشی طاری ہو جاتی ہے کہ انہیں کچھ نظر ہی نہیں آتا وہ
...ن اور ظاہری کامیابی و کامرانی کو اپنی ذہانت، علم اور زور بازو کا نتیجہ سمجھتے ہیں ان کو اپنے حفاظتی اقدامات
...تدبیروں پر اتنا بھروسہ اور ناز ہوتا ہے کہ وہ خیال کرتے ہیں کہ کوئی ان کا کچھ بگاڑ نہیں سکتا اور اس

مخفی قوت کو بھول جاتے ہیں جس کی مضبوط اور طاقت ور ہاتھ سارے انتظامات سارے اسباب ساری تدبیروں، ساری قوتوں اور سارے ہتھیاروں کو بے کار کر دیتے ہیں کیونکہ اسے ظلم و ناانصافی اور جبر و تشدد کا بول بالا اور حق و عدل کا پرچم سرنگوں ہونا گوارا نہیں کرتا، وہ خود سروں اور ظالموں کو متنبہ کرنے کے لئے انہیں موقع ضرور دیتا ہے مگر جب وہ ڈھیل اور مہلت سے فائدہ نہیں اٹھاتے تو انہیں صفحہ ہستی سے مٹا کر درس عبرت بنا دیتا ہے۔ وَلَا يَخَافُ عُقْبَاهَا۔

اقلیتوں بالخصوص مسلمانوں کے بارے میں بی۔ جے۔ پی نا انصافی، زیادتی اور دوہرے معیار کو اپنائے ہوئے ہے، اسٹوڈنٹس اسلامک موومنٹ پر پابندی لگانا اس کا بین ثبوت ہے ملک کے عام باشندے تو درکنار خود مسلمانوں میں بھی کم ہی لوگوں اس تنظیم سے واقفیت تھی اس کے مقابلے میں وشو ہندو پریشد، بجرنگ دل، آر ایس ایس، شیو سینا جیسی فسطائی جماعتیں کھلم کھلا تشدد، نفرت اور فرقہ واریت پھیلا رہی ہیں مگر غالباً ان کو اس لیے کھلی چھوٹ ملی ہوئی ہے کہ وہ اتر پردیش کے آنے والے انتخابات میں بی۔ جے۔ پی کا ہراول دستہ بنیں اور زور زبردستی اور دھاندلی سے اس کی شکست کو جو یقینی سمجھی جا رہی ہے فتح میں تبدیل کر دیں، لکھنؤ میں سیمی کی گرفتاری پر چار نوجوان پولیس کی گولیوں کا نشانہ بھی ہو گئے، جس کے لئے بعض اخباروں، عوام اور سیاسی پارٹیوں نے پولیس پر بے جا طاقت کے استعمال کا الزام بھی لگایا ہے لیکن وزیر اعظم نے پولیس کی صفائی دیتے ہوئے فرمایا کہ مظاہرین نے قانون کو اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے پولیس کو زخمی کر دیا، سوال یہ ہے کہ مظاہرین تو اکثر قانون کو اپنے ہاتھ میں لے لیتے ہیں ابھی چند روز پہلے دیگھے کی موت پر شیو سینا کے کارکنوں نے آسمان سر پر اٹھا لیا تھا تب پولیس کیوں خاموش تماشائی بنی رہی، دراصل وزیر اعظم ان کی حکومت اور پارٹی کا معیار ہی دہرا ہے اگر مسلمان مظاہرہ کریں تو وہ لائق گردن زدنی اور اس قابل بھی نہیں ہیں کہ وزیر اعظم ان کی موت پر اظہار افسوس کریں اور ان کے اعزہ کی تسکین اور ہمدردی کا کوئی لفظ کہیں ع

یہ باغباں کا ظرف ہے چمن چمن کی بات ہے

سابق مرکزی ریلوے وزیر الحاج سی۔ کے۔ جعفر شریف ایک بہت مقبول اور ہر دل عزیز سیاسی رہنما ہیں اپنی شاندار کارکردگی کی بنا پر آٹھ مرتبہ لوک سبھا کے لئے منتخب ہو چکے ہیں، ان کو دار المصنفین، شبلی اکیڈمی سے بڑا لگاؤ ہے اور اس ناچیز سے بھی محبت کرتے ہیں، کانگریس کے برسر اقتدار ہونے کی وجہ سے اب وہ وزارتی ذمہ داریوں

ہیں لیکن ان کی قومی، ملی اور تعلیمی سرگرمیاں برابر جاری ہیں، کسی معمر باپ کے لئے بیٹے کی موت
ہوتی ہے مگر جعفر شریف صاحب نے اللہ کو پیارے ہونے والے اپنے ہونہار اور جواں سال
ز شریف کی یادگار میں ایک اقلیتی ٹیکنیکل انسٹی ٹیوٹ قائم کر کے اپنا غم بھی غلط کیا ہے
، تعلیمی اور قومی خدمت بھی انجام دی ہے۔ جو بنگلور سے ۴۰ کلو میٹر دور ایک پُر فضا
یں واقع ہے، یہ ایک جدید ترین سائنس و ٹیکنالوجی پر مبنی انجینیرنگ انسٹی ٹیوٹ ہے جس کی
اندار اور خوبصورت عمارتیں تعمیر ہو چکی ہیں اور حسب ذیل چار شعبے بھی کھل چکے ہیں (۱)
کمپیوٹر سائنس (۲) بیچلر انجینیرنگ انفارمیشن سائنس و ٹکنالوجی (۳) بیچلر انجینیرنگ
بیچلر انجینیرنگ کمیونی کیشن۔ سب کے کورس چار چار سال کے ہیں اور ہر شعبہ میں ۴۰۔
گا۔ ٹیکنیکی تعلیم و اعلا ریسرچ اور انفارمیشن ٹکنالوجی پر زیادہ توجہ کی جائے گی، اکادمک ٹیم
نے متعلقہ نصاب کے مناسب ایک بہتر اور کمپیوٹرائز لائبریری قائم ہو گئی ہے، کیمپس
بات کے علحدہ ہوسٹل تعمیر کئے جا رہے ہیں، اور بھی کئی منصوبے پیش نظر ہیں، امید ہے کہ
ب جیسے فعال شخص کی سربراہی میں انسٹی ٹیوٹ بڑی ترقی کرے گا۔

ارف کو اس اطلاع سے یقیناً مسرت ہوگی کہ علامہ شبلیؒ کے تلمیذ خاص، دار المصنفین کے رکن اعظم
مصنف مولانا عبد السلام ندوی پر اکتوبر میں ان کی وفات کی مناسبت سے ایک دو روزہ
م اکتوبر کو ممبئی میں ہو رہا ہے، مولانا عبد السلام ندوی مولانا سید سلیمان ندوی کے خواجہ تاش
ون کا نام بھی ساتھ ساتھ لیا جاتا ہے، سید صاحبؒ پر ملک کے مختلف ادارے سمینار کر چکے ہیں، مولانا
ر پہلی بار یہ سمینار ان کے ایک عزیز اور ہم خاندان جناب محمد ہارون صاحب سابق پرنسپل صابو
انجمن اسلام ممبئی کے اشتراک سے کرا رہے ہیں، ہم ان کو اور انجمن کے سربراہ ڈاکٹر محمد اسحاق جم خانہ والا
بارک باد دیتے ہیں، اس کی کامیابی کی خوش آئند خبریں برابر مل رہی ہیں، انشاء اللہ آئندہ
روداد شایع ہوگی۔

مقالات

تجرباتی علوم اور قرآنی نظریۂ علم

وحی اور علم میں مطابقت کا ایک حیرت انگیز نظارہ

از ۔ مولانا محمد شہاب الدین صاحب ندوی ٭

(۳)

سماواتی دنیا کے بعض اسرار و حقائق

۳۔ سب سے پہلے دنیائے سماوات کے بعض اسرار و حقائق پیش کئے جاتے ہیں۔ چنانچہ اجرام سماوی کے وجود میں آنے کے بارے میں جدید ترین سائنسی انکشاف یہ ہے کہ اجرام سماوی کا پورا مادہ ابتداءً باہم ملا ہوا تھا، جس میں ایک دھماکہ ہوا اور اس کے نتیجے میں مختلف قسم کے اجرام وجود میں آئے۔ سائنس کی یہ تحقیق حسب ذیل قرآنی بیان کی تصدیق و تائید ہے :

اَوَلَمۡ یَرَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡۤا اَنَّ	کیا ان منکرین خدا نے مشاہدہ نہیں کیا
السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ کَانَتَا	کہ زمین اور اجرام سماوی پہلے باہم ملے
رَتۡقًا فَفَتَقۡنٰہُمَا (انبیاء: ۳۰)	ہوئے تھے، جن کو ہم نے جدا کر دیا ؟

٭ فرقانیہ اکیڈمی ٹرسٹ، دسواں مین، بی، ٹی، ایم لے آوٹ، بنگلور، ۲۹۔

ق کے مطابق زمین اور اجرام سماوی کا یہ پورا مادہ پہلے گیس کی حالت میں
ڈا ہوکر ٹھوس بن گیا۔ یہ تحقیق بھی حسب ذیل قرآنی بیان کی تصدیق ہے،
یر دھوئیں کے لفظ سے کی گئی ہے۔

ی اِلَی السَّمَآءِ وَهِیَ — پھر وہ آسمان کی طرف متوجہ ہوا جو
م سجدہ : ۱۱) — دھواں تھا۔

ذکور ہے کہ آسمان یعنی آسمانی دنیا برابر پھیل رہی ہے جیسا کہ ارشاد باری ہے

نٰهَا بِاَیْدٍ وَّاِنَّا — ہم نے آسمان کو اپنی قدرت سے بنایا
نَ (ذاریات : ۴۷) — ہے اور ہم اس میں برابر وسعت دیئے
جارہے ہیں۔

ق (بگ بین تھیوری) کے مطابق ثابت ہوچکا ہے کہ کہکشاؤں سے
ں لگاتار پھیل رہی ہے۔ اسی طرح جدید اکتشافات کے ذریعہ معلوم ہوا
یں بے شمار کہکشائیں موجود ہیں، جو حسب ذیل قرآنی بیان کی تصدیق ہے۔

لْنَا فِی السَّمَاءِ بُرُوْجًا — اور ہم نے آسمان میں بہت سے برج
نّٰظِرِیْنَ۔ حجر : ۱۶) — بنادئے ہیں جن کو غور سے دیکھنے والوں
کے لئے مزین کردیا ہے۔

ق ہے کہ سورج کی روشنی ذاتی اور چاند کی روشنی مستعار ہے، جو حسب
ید ہے، جس کے مطابق ان دونوں اجرام کی روشنیوں کے لئے الگ
لئے ہیں۔

جَعَلَ الشَّمْسَ ضِیَآءً — وہی ہے جس نے سورج کو روشن اور

چاند کو منور بنایا ہے۔

جدید تحقیقات سے ثابت ہوچکا ہے کہ زمین، چاند اور سورج سب بغیر کسی سہارے کے خلاؤں میں تیر رہے ہیں۔ یہ بیان کلام الٰہی میں اس طرح موجود ہے۔

وَجَعَلْنَا فِی الْاَرْضِ رَوَاسِیَ — اور ہم نے زمین میں بھاری پہاڑ رکھ
اَنْ تَمِیْدَ بِهِمْ وَجَعَلْنَا فِیْهَا — دئے ہیں تاکہ وہ ان کے ساتھ جھک
فِجَاجًا سُبُلًا لَّعَلَّهُمْ یَهْتَدُوْنَ — نہ جائے اور ہم نے اس میں کشادہ
.... وَهُوَ الَّذِیْ خَلَقَ الَّیْلَ — راہیں بنادی ہیں تاکہ وہ راستہ پاسکیں
وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ — اور وہی ہے جس نے دن رات اور چاند
كُلٌّ فِیْ فَلَكٍ یَّسْبَحُوْنَ۔ — اور سورج کو پیدا کیا۔ ان میں سے ہر
(انبیاء : ۳۱۔۳۳) — ایک (زمین سمیت) اپنے مدار میں
تیر رہا ہے۔

جدید ترین تحقیق ہے کہ سورج ایک نہ ایک دن بے نور ہوجائے گا۔ کیونکہ اس میں جو روشنی اور تپش ہے وہ اس کی ہائیڈروجن گیس جلنے کی وجہ سے ہے۔ جب اس کی پوری ہائیڈروجن گیس جل جل کر ختم ہوجائے گی تو وہ ٹھنڈا ہوکر رہ جائے گا۔ چنانچہ کلام الٰہی میں اس حقیقت سے پردہ اس طرح ہٹایا گیا ہے:

اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ (تکویر : ۱) — جب سورج بے نور ہوجائے گا۔

ظاہر ہے کہ یہ تمام حقائق و معارف بغیر کسی تاویل کے۔ دو اور دو چار کی طرح بالکل واضح ہیں اور اس موقع پر یہ حقیقت بھی واضح رہے کہ انسانی اسلوب اور خدائی اسلوب میں کافی فرق ہے۔ کیونکہ قرآن حکیم کا اپنی ایک الگ زبان و اسلوب ہے جو انسانی اسالیب سے بالکل

حدیث میں اس حقیقت پر روشنی اس طرح ڈالی گئی ہے: ولا تلتبس
یعنی انسانی زبانیں اس کے اسلوب سے میل نہیں کھاتیں[۱]

...ض اسرار و حقایق

۴۔ تازہ اکتشافات کے تحت یہ حقیقت پوری
...چکی ہے کہ حیوانات کی طرح نباتات میں بھی قانون زوجیت پایا جاتا ہے۔
...زوج یا نر اور مادہ ہوتے ہیں اور ان کی بار آوری نر پھولوں میں موجود
...کے ذریعہ ہوتی ہے جسے نباتات کی اصطلاح میں پالن گرینس[۳] کہا جاتا ہے
...کی مکھیوں، کیڑے مکوڑوں، تتلیوں، پرندوں اور ہوا وغیرہ کے ذریعہ ایک
...ے پھول تک پہنچتے ہیں، جن کی وجہ سے مادہ پھول بار آور ہو کر پھل کی شکل
...کیونکہ ان پھولوں میں ایک میٹھا رس ہوتا ہے، جسے چوس کر اپنا پیٹ بھرنے
...ننھے منے جاندار ان پھولوں پر جا بیٹھتے ہیں تو انجانے پن میں ان کی ٹانگوں
...یک جاتے ہیں۔ اس طرح ایک پھول کے زردانے دوسرے پھول تک
...ں۔ یہ قدرت خداوندی کا عجیب و غریب تماشہ ہے، جو حد درجہ حکیمانہ طور
...ں روزی کا انتظام کر رہا ہے۔ اگر پھولوں کی بار آوری (پولی نیشن) کے یہ
...ہوتے تو پھر انسان اور دیگر حیوانات کی غذا بھی وجود میں نہ آ سکتی۔ غرض
...ت کا تذکرہ حسب ذیل آیات میں موجود ہے، جس پر جدید سائنس مہر تصدیق
...:

...لَّذِي خَلَقَ الْأَزْوَاجَ	پاک ہے وہ (رب برتر) جس نے ان
...مَّا تُنْبِتُ الْأَرْضُ وَ	تمام جوڑوں کو پیدا کیا جن کو زمین
...سِهِمْ وَمِمَّا لَا يَعْلَمُونَ	(نباتات کی شکل میں) اگاتی ہے اور

(یٰس: ۳۶)	خود ان کی اپنی جنس میں اور ان تمام
	چیزوں میں جن کو یہ لوگ (اس وقت)
	نہیں جانتے۔
وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ	اور ہم نے ہر چیز میں جوڑے بنائے
لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ (ذاریات: ۴۹)	ہیں تاکہ تم چونک سکو۔

چنانچہ قرآن حکیم میں ایک موقع پر نباتات کا تذکرہ کرنے کے بعد بار آوری کے مذکورۂ بالا "ایجنٹوں" یعنی مختلف قسم کے حشرات وغیرہ کا ذکر ذرا مبہم انداز میں اس طرح کیا گیا ہے:

وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيهَا مَعَايِشَ وَ	ہم نے زمین میں تمہارے لئے معاش
مَنْ لَّسْتُمْ لَهُ بِرَازِقِينَ۔	کا سامان رکھ دیا ہے اور ان کے لئے
(حجر: ۲۰)	بھی جن کو تم (براہ راست) روزی
	نہیں پہنچاتے۔

نباتات کا ایک حیرت انگیز عمل

"حیاتیاتی کیمیا" (بیوکیمسٹری) ایک جدید ترین علم ہے، جس کے تحت زندہ مظاہر یعنی حیوانات و نباتات میں موجود مادوں کا کیمیائی نقطہ نظر سے مطالعہ کیا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر تمام نباتات فضا سے کاربن ڈائی آکسائیڈ اخذ کر کے آکسیجن خارج کرتے ہیں، جس کے نتیجے میں شکر یا نشاستے (کاربوہائیڈریٹ) کے سالمے (مالیکولس) تیار ہوتے ہیں جو حیوانوں اور انسانوں کی بنیادی غذا ہے۔ چنانچہ لاکھوں قسم کے تمام نباتات میں نشاستے کا بنیادی فارمولا ایک ہی ہوتا ہے، جس کو کیمیائی زبان میں C 6H12 O6 کہا جاتا ہے۔ یعنی نشاستے کے ایک سالمے میں کاربن کے ۶، ہائیڈروجن کے ۱۲ اور آکسیجن کے ۶ جواہر ہوتے ہیں۔ اسی طرح لحمیہ (پروٹین) میں مذکورہ بالا تین عناصر کے علاوہ نائٹروجن بھی شامل

وتا ہے۔ یہی حال دیگر تمام غذائی مادوں کا ہے کہ لاکھوں قسم کے پیڑ پودوں میں ہر چیز تُلی
پیدا ہوتی ہے اور اس میں کبھی ردوبدل نہیں ہوتا۔ نباتات کے اس حیرت انگیز مظاہرے
بعد اب ذرا قرآن حکیم میں نظر ڈال کر دیکھئے تو اس کا معجزہ ہونا صاف نظر آجائے گا چنانچہ
نے اس حیران کن مظہر ربوبیت کی تعبیر کے لئے ایک ایسا معجزانہ لفظ استعمال کیا ہے جو
اتی زندگی کے اس پورے عمل کی نمائندگی کرتا ہے اور وہ لفظ ہے "موزون" یعنی
ن کی ہوئی چیز۔

وَاَنْبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَّوْزُوْنٍ (حجر: ۱۹)

ہم نے زمین میں ہر چیز وزن کی ہوئی پیدا کی ہے۔

یعنی زمین سے اگنے والی ہر چیز وزن کی ہوئی یا نپی تلی ہوتی ہے۔ چودہ سو سال پہلے
ظہر ربوبیت کی تعبیر اس سے بہتر الفاظ میں اور کیا ہو سکتی تھی جب کہ اس قسم کے حیاتیاتی
اس وقت کوئی قدر و قیمت ہی نہیں تھی؟

وفل کا انکشاف اس طرح جدید ترین سائنسی تحقیقات سے (لیبورٹریوں میں
کے ذریعہ) یہ حقیقت پوری طرح ثابت ہو چکی ہے کہ پیڑ پودوں میں جو نشاستہ تیار ہوتا
ن میں موجود ہرے رنگ کے ذرات کی بدولت ہے جو سبز مادے کے حامل ہوتے ہیں
سبز مادے کو سائنسی اصطلاح میں کلوروفل کہا جاتا ہے اور کلوروفل کے حامل
کو کلوروپلاسٹ کا نام دیا گیا ہے۔ چنانچہ یہ سبز ذرات (جو پتیوں میں ہوتے ہیں)
روشنی کی مدد سے کاربن ڈائی آکسائیڈ اور پانی کو لے کر نشاستہ تیار کرتے ہیں۔ چنانچہ
غذا اور پھلوں اور میووں کا بنیادی جز نشاستہ ہی ہوتا ہے۔ سائنس کی اس تحقیق کے
ات (باٹنی) کی کوئی بھی کتاب دیکھی جا سکتی ہے۔ جدید سائنس کی یہ تحقیق حسب ذیل

قرآنی انکشاف کی تصدیق و تائید ہے:

وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجْنَا بِهٖ نَبَاتَ كُلِّ شَيْءٍ فَاَخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا نُّخْرِجُ مِنْهُ حَبًّا مُّتَرَاكِبًا وَمِنَ النَّخْلِ مِنْ طَلْعِهَا قِنْوَانٌ دَانِيَةٌ وَّجَنّٰتٍ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّالزَّيْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ مُشْتَبِهًا وَّغَيْرَ مُتَشَابِهٍ اُنْظُرُوْٓا اِلٰى ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَيَنْعِهٖ اِنَّ فِيْ ذٰلِكُمْ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ۔ (انعام: ۹۹)

وہی ہے جس نے بلندی سے پانی برسایا اس پانی سے ہم نے ہر قسم کے نباتات اگا دئے ان نباتات سے ہم نے ایک سبز چیز نکالی جس سے ہم تہہ بہ تہہ دانے (غلے) نکالتے ہیں اور اسی طرح (اسی سبز چیز سے) کھجور کے شگوفوں سے لٹکتے ہوئے گچھے اور انگور کے باغات زیتون اور انار بھی نکالتے ہیں، جو آپس میں ملتے جلتے اور جدا جدا قسم کے ہیں۔ ہر ایک درخت کے پھل کو غور سے دیکھو جب وہ پھلنے اور پکنے لگے اس (مظہر ربوبیت) میں ایمان لانے والوں کے لئے یقیناً بہت سی نشانیاں موجود ہیں۔

نباتات میں شرافت کا مظاہرہ قرآن حکیم میں نباتات کو "زوج کریم" کے خطاب سے نوازا گیا ہے، ارشاد باری ہے:

اَوَلَمْ يَرَوْا اِلَى الْاَرْضِ كَمْ اَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ

کیا ان منکرین نے زمین کا مشاہدہ نہیں کیا کہ ہم نے اس میں ہر قسم کے

کَرِیْمٍ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیَۃً وَ
مَاکَانَ اَکْثَرُھُمْ مُؤْمِنِیْنَ
(شعراء: ۷-۸)

کتنے شریف زوج اگا دئے ہیں؟ اس
منظر میں یقیناً ایک بڑی نشانی موجود
ہے مگر ان میں کے اکثر لوگ ایمان لانے
والے نہیں ہیں۔

زوج کریم کے ایک تو مجازی معنی ہیں یعنی کوئی عمدہ قسم اور دوسرے حقیقی معنی لیکن
ہر ہے کہ اصول فقہ کی رو سے کسی لفظ کے اولین طور پہ حقیقی معنی مقصود ہوتے ہیں،
مجازی معنی ثانوی طور پر مراد لئے جاتے ہیں۔ اس اعتبار سے زوج کریم کے حقیقی
ایک شریف میاں یا بیوی" یا ایک نر اور مادہ۔ اس لحاظ سے اب سوال یہ ہے
ت میں شرافت کا کیا مطلب ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ پیڑ پودوں میں جو نر
پھول ہوتے ہیں وہ اندھے بہرے نہیں ہوتے کہ ہر نوع کا پھول دوسرے نوع
انوں" (پولن گرینس) کو قبول کرکے ان سے بار آور (حاملہ) ہوجائے۔ بلکہ وہ
ی ہی نوع کے زردانے کو قبول کرتا ہے، کسی دوسری نوع کے زردانے کو قبول
ا۔ مثلاً آم کا پھول ہے تو صرف آم ہی کا زردانہ قبول کرتا ہے، انار ہے تو صرف
زردانہ لیتا ہے، پپیتا ہے تو صرف پپیتے ہی کا زردانہ اخذ کرتا ہے وقس علیٰ ذٰلک
زریرگی (کراس پولی نیشن) کے ذریعہ مختلف ایجنٹوں (جیسے حشرات، شہد کی مکھیوں
ور ہوا وغیرہ) مختلف انواع کے زردانے ایک دوسرے تک پہنچنا بالکل ممکن
ی نے آج تک آم کے درخت میں امرود، پپیتے کے درخت میں انار یا سنترے کے
چیکو، یا سیب کے درخت میں شریفہ اگتے ہوئے نہیں دیکھا ہوگا۔ یہ ہے
ا وہ "شرافت" جس کی طرف آیات بالا میں ایک بہت بڑی نشانی کی موجودگی کی

کردی گئی ہے۔ نباتات کی اس حیران کن سیرت کے ملاحظے سے یہ حقیقت پوری طرح منکشف ہوجاتی ہے کہ اس کائنات مادی کے ماوراء نہ صرف ایک علیم وخبیر بلکہ علام الغیوب ہستی کا وجود ہے بلکہ وہ ہر چیز اور ہر مظہر قدرت کی نگران اور ناظم اعلیٰ بھی ہے۔ ورنہ ایک اندھے بہرے مادہ میں اس قدر اعلیٰ درجے کا نظم وضبط پایا نہ جاسکتا تھا۔ چنانچہ لاکھوں نباتات کا "موزون" عمل ہی نہیں بلکہ ان کی "شرافت" کا یہ مظاہرہ کسی اندھے بہرے عمل کا نتیجہ ہرگز نہیں ہوسکتا۔

یہ ہے وہ مظاہرہ ربوبیت جو باری تعالیٰ مادہ پرستوں کو دکھا رہا ہے اور اس کی طرف "اَوَلَمْ یَرَوْا" (کیا انہوں نے مشاہدہ نہیں کیا؟) کے الفاظ کے ذریعہ توجہ دلائی جارہی ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ مادہ پرستوں کو اپنی ہی تحقیقات کے نتیجے میں جس منظر خداوندی کا مشاہدہ کرنے کی تاب نہیں ہے اس کی طرف کلام الٰہی ان کا ہاتھ پکڑ کر انہیں بتا رہا ہے کہ دیکھو اپنی ہی تحقیقات کا ثمرہ جس کے باعث خدائے ذوالجلال کا وجود کس انوکھے طریقے سے ثابت ہورہا ہے۔

غرض اس عجیب وغریب منظر خداوندی کی مادہ پرستانہ نقطۂ نظر سے کوئی توجیہ نہیں کی جاسکتی۔ ظاہر ہے کہ جب یہ کائنات بغیر کسی خالق کے خود بخود چل رہی ہے تو پھر عقلی اعتبار سے اس منظر ربوبیت کی کیا توجیہ ہوسکتی ہے؟ قُلْ ھَاتُوْا بُرْھَانَکُمْ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ (کہدو کہ اگر تم سچے ہو تو اپنے اس دعوے کی دلیل پیش کرو)

قُلْ ھَلْ عِنْدَکُمْ مِنْ عِلْمٍ
فَتُخْرِجُوْہُ لَنَا اِنْ تَتَّبِعُوْنَ
اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ اَنْتُمْ

کہدو کہ اگر تمہارے پاس کوئی (صحیح)
علم ہے تو اسے ہمارے سامنے پیش
کرو، مگر تم تو صرف اٹکل لگاتے اور

لَا تَخْرُصُوْنَ۔ (انعام: ۱۴۸)   اٹکل پچو ٹامک ٹوئیاں مارتے ہو۔

...سانی سے متعلق بعض حقائق

۵- جدید سائنسی اکتشافات کے ذریعہ ثابت
...ے کہ انسانی پروٹوپلازم حسب ذیل چودہ عناصر پر مشتمل ہے جو قشر ارض میں پائے
... جیسے: آکسیجن، کاربن، ہائیڈروجن، نائٹروجن، کیلشیم، فاسفورس، کلورین، سلفر،
...وڈیم، میگنیشیم، لوہا، ایوڈین اور سلیکون [6]

...رے کرۂ ارض پر اگرچہ ۹۲ عناصر (قدرتی) پائے جاتے ہیں، مگر اکثر مادی اشیاء
...صرف ۱۴ عناصر پر مشتمل ہیں جن میں سے بیشتر کمیاب ہیں۔ یہی وہ عناصر ہیں جن کو
...یں "مٹی کا خلاصہ" کہا گیا ہے:

...قَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ	ہم نے انسان کو مٹی کے خلاصے سے
...لَۃٍ مِّنْ طِيْنٍ (مومنون: ۱۲)	پیدا کیا ہے۔

...طرح کلام الٰہی میں مرقوم ہے کہ ہر "زندہ چیز" (حیوانات و نباتات) پانی سے
...ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری ہے:

...عَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ	ہم نے ہر زندہ چیز کو پانی ہی سے پیدا
...يٍّ (انبیاء: ۳۰)	کیا ہے۔

...خدائی انکشاف کی تصدیق کرتے ہوئے جدید سائنس کہتی ہے کہ خلیوں کے اندر
...ے والے مادہ (پروٹوپلازم) کا اکثر حصہ (تقریباً ۷۰ فیصد) پانی پر مشتمل ہوتا ہے۔
...نین (ایمبریالوجی) کی تحقیق سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ مرد کے نطفے میں
...ے ننھے سانپ نما کیڑے ہوتے ہیں، جو یک خلوی (سنگل سیل) ہوتے ہیں۔ جن کو
...یں "اسپرماٹوزوا" کہا جاتا ہے۔ جب ان میں سے کوئی ایک کیڑا عورت کے رحم مادر

کے اندر موجود "بیضے" (اووم) سے ملتا ہے جو خود بھی ایک خلیہ (سیل) ہوتا ہے تو یہ دونوں مل کر متحدہ طور پر ایک "مشترکہ خلیہ" بن جاتے ہیں، جسے اصطلاح میں "جفتہ" (زائیگوٹ) کہا جاتا ہے پھر اس کے بعد یہ جفتہ بڑھتے بڑھتے جنین کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ چنانچہ اس مشترکہ خلیہ کا انکشاف قرآن حکیم میں "نطفہ امشاج" یعنی "ملے جلے خلیہ" کے الفاظ کے ذریعہ علم جنین کی ترقی سے پہلے ہی اس طرح کر دیا گیا ہے:

اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ	ہم نے انسان کو یقیناً ملے جلے نطفے
اَمْشَاجٍ نَّبْتَلِيْهِ فَجَعَلْنٰهُ	سے پیدا کیا ہے تاکہ ہم اسے آزمائیں اس
سَمِيْعًا بَصِيْرًا۔	لئے ہم نے اسے سننے اور دیکھنے والا بنا
(دھر: ۲)	دیا ہے۔

اسی طرح علم جنین کی تحقیق سے یہ حقیقت بھی سامنے آئی ہے کہ جو بچہ (جنین) ماں کے پیٹ میں ہوتا ہے وہ تین پردوں میں ہوتا ہے: ایک ماں کا پیٹ، دوسرے رحم کا خول اور تیسرے جنین کی باریک جھلی۔ اس کی تعبیر قرآن حکیم میں "تین تاریکیوں" کے لفظ کے ذریعہ اس طرح کی گئی ہے:

يَخْلُقُكُمْ فِيْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ	وہ تم کو تمہارے ماؤں کے پیٹ میں
خَلْقًا مِّنْ بَعْدِ خَلْقٍ فِيْ ظُلُمٰتٍ	تین تاریکیوں کے اندر ایک شکل کے
ثَلٰثٍ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ	بعد دوسری شکل میں پیدا کرتا ہے۔ یہی
لَهُ الْمُلْكُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ	ہے اللہ تمہارا رب۔ اسی کے لئے ہے
فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ۔	بادشاہی، اس کے سوا دوسرا کوئی الٰہ
(زمر: ۶)	نہیں ہے، پس تم کہاں بہکے جا رہے ہو۔

ی سائنسی تحقیقات کی رو سے یہ حقیقت ثابت ہو چکی ہے کہ حیوانات بشمول
ت کے اجزا اور عناصر مشترک ہیں۔ چنانچہ حیوانی خلیوں میں جو پروٹوپلازم
باتاتی خلیوں میں بھی پایا جاتا ہے، جو چودہ عناصر پر مشتمل ہوتا ہے اور یہ
یں بکثرت پائے جاتے ہیں۔ ان عناصر کی تفصیل پچھلے صفحات میں گزر چکی
س حقیقت کا انکشاف کلام الٰہی میں کس انوکھے طریقے پر کیا گیا ہے:

نْبَتَكُمْ مِنَ الْاَرْضِ	اللہ نے تم کو زمین سے نباتات کی طرح
ح: ۱۷)	اگایا ہے۔

یخ ترین حقیقت ہے جس کے مطابق انسانوں کو نباتات سے تشبیہ
ہے کہ انسانوں کو نباتات کی طرح زمین سے اگانے کا مطلب قشر ارض
اشتراک ہی ہو سکتا ہے، جو قشر ارض، نباتات اور انسانوں میں مشترک
ہیں۔

عیار کے مطابق اس موقع پر ہم نے نہایت درجہ اختصار کے
۔ اس قسم کے بے شمار علمی حقائق و انکشافات قرآن عظیم میں مذکور ہیں
یل کے لئے ایک دفتر درکار ہے[۵]۔ ان حقائق و معارف کے ملاحظے سے
تی ہیں: ایک یہ کہ یہ کائنات خود بخود یا الل ٹپ وجود میں نہیں آگئی ہے
ا اور ناظم ضرور ہے اور دوسرے یہ کہ یہ قرآن کسی انسان کا تصنیف کردہ
ا الطبیعی ہستی کا اتارا ہوا ہے جس نے یہ رنگا رنگ کائنات تخلیق کی ہے
اس قدر زبردست مطابقت ہرگز نہ پائی جاتی۔ اس اعتبار سے قرآن عظیم
اترتا ہے۔ گویا کہ اس کے سچے اور من جانب اللہ ہونے کی شہادت خود

سائنس مع اپنے جدید ترین اکتشافات کے دے رہی ہے۔ لہٰذا جب جدید سائنس قرآن عظیم کے کلام الٰہی ہونے کی گواہی دے رہی ہے تو پھر نوع انسانی کو اس حقیقت کے تسلیم نہ کرنے کی گنجایش کہاں باقی رہ جاتی ہے؟ کیا اتنے سارے دلائل کافی نہیں ہیں؟ یہ دلیل وحجت کا آخری درجہ ہے اور اس سے بڑھ کر اور کوئی دلیل نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ یہ ایک عینی و مشاہداتی حقیقت ہے، محض سنی سنائی بات نہیں۔

فَبِاَيِّ حَدِيْثٍ بَعْدَ اللّٰهِ	تو یہ لوگ اللہ اور اس کی نشانیوں
وَاٰيٰتِهٖ يُؤْمِنُوْنَ۔	(کے ملاحظے) کے بعد آخر کس بات
(جاثیہ: ٦)	پر ایمان لائیں گے؟

یہ ہے وہ مقصد المقاصد جس کی خاطر قرآن عظیم میں نہ صرف مظاہر فطرت کا بیان موجود ہے بلکہ ان کے مطالعہ اور چھان بین کے ذریعہ حاصل ہونے والے نتائج کا تذکرہ بھی قرآن کے تصورات علم کے طور پر مذکور ہے، تاکہ انسان اپنی ہی تحقیق و تفتیش کے ذریعہ جب ان تصورات تک پہنچے جو پہلے ہی سے اس صحیفہ حکمت میں مذکور ہیں تو اس کا کلام الٰہی ہونا ثابت ہو جائے، تاکہ اس کے نتیجے میں عصر جدید کی رہنمائی ہو یا اس پر اللہ کی حجت پوری ہو جائے اس لحاظ سے آج قرآن عظیم پوری نوع انسانی کے لئے بغیر کسی قیل و قال کے حجت ہے جس کا منکر انکار بڑی ہی محرومی کی بات ہے۔

ایک ہمہ دان و ہمہ بین ہستی قرآن اور کائنات کی اس عدیم المثال مطابقت کے ملاحظے و مشاہدے سے یہ بے غبار حقیقت پوری طرح منکشف ہو جاتی ہے کہ اس مادی کائنات کے ماورا ایک علیم و خبیر اور ہمہ داں ہستی بلا کسی شک و شبہ کے یقیناً موجود ہے جو اس کائنات کے تمام کل پرزوں اور ان کی اندرونی مشنری کے ایک ایک بھید سے بخوبی

ہے۔ کیونکہ یہ کائنات اور اس کے تمام مظاہر اسی کے تخلیق کردہ ہیں اور اس باب میں
شریک یا ساجھے دار نہیں ہے۔ اسی بنا پر اس نے اپنے کلام ابدی میں ان سب کی
پہلے ہی سے بیان کر رکھی ہے۔ چنانچہ اس سلسلے میں کتاب الٰہی کے ان راز ہائے
حامل ہونے کا تذکرہ اس طرح کیا گیا ہے :

اَنْزَلَهُ الَّذِیْ یَعْلَمُ	کہدو کہ اس کتاب کو اس نے نازل کیا
السِّرَّ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ	ہے جو زمین اور آسمانوں کے تمام
(فرقان : ۶)	بھیدوں کو جانتا ہے۔
مِنْ غَآئِبَةٍ فِی السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ	زمین اور آسمان کا ایسا کوئی بھید نہیں
فِیْ كِتٰبٍ مُّبِیْنٍ (نمل : ۷۵)	ہے جو (اس) کتاب مبین میں موجود نہ ہو
یَسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِیْ یُخْرِجُ	کیا یہ لوگ اس اللہ کو سجدہ نہیں کریں گے
الْخَبْءَ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔	جو زمین اور آسمانوں کی خفیہ چیزوں
(نمل : ۲۵)	کو نکال باہر کرتا ہے۔؟

بنا پر بعض مواقع پر بطور سوال اس طرح کہا گیا ہے :

اَوَلَیْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِمَا فِیْ	تو کیا اللہ اس کائنات کے سینے میں
صُدُوْرِ الْعٰلَمِیْنَ (عنکبوت : ۱۰)	موجود چیزوں کو نہیں جانتا؟
اَلَا یَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ وَهُوَ اللَّطِیْفُ	جس نے (تمام مخلوقات کو) پیدا کیا ہے
الْخَبِیْرُ (ملک : ۱۴)	وہ (ان کے احوال کو) نہیں جانتا؟ حالانکہ
	وہ باریک بین اور (ہر چیز کی) خبر رکھنے
	والا ہے۔

ظاہر ہے کہ پیغمبر اسلام ایک امی شخص تھے یعنی لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے اور اگر بالفرض جانتے بھی تھے تو کائنات کے وہ حقائق و اسرار کسی بھی طرح بیان نہیں کر سکتے تھے جو عصر جدید کی سائنسی تحقیقات کی بدولت ظاہر ہو سکے ہیں۔ چنانچہ اب سے تقریباً ڈیڑھ ہزار سال پہلے کوئی ایک شخص تو کیا فلاسفہ اور ماہرین کی ایک پوری ٹیم بھی مل کر وہ حقائق منظر عام پر کسی بھی طرح نہیں لا سکتی تھی جو انیسویں اور بیسویں صدی میں منظر عام پر آسکے ہیں اور حقائق بھی وہ جو قرآن اور تحقیقات جدیدہ میں کوئی فرق نہ دکھاتے ہوں۔ بالفاظ دیگر وحی اور علم میں کسی قسم کی منافات نہ ہو۔ بلکہ جو وحی ہے وہی علم ہے اور جو علم ہے وہی وحی۔ اس طرح یہ دونوں ایک دوسرے کے مصدق و موید نظر آرہے ہیں۔ کیا اس طرح کا کوئی دوسرا کلام دنیا کے لٹریچر میں موجود ہے؟ تو کیا یہ قرآن عظیم کے معجزہ ہونے کی دلیل نہیں ہے؟ اس سے بڑی دلیل اور کیا چاہئے؟

خلاصہ بحث حاصل یہ کہ کائنات اور اس کے مظاہر سے متعلق اس قسم کے بہت سے اسرار و حقائق کلام الٰہی میں موجود ہیں جن کے ذریعہ قرآنی نظریات و تصورات کی صداقت اور ان کی قدر و قیمت جدید سے جدید تر تحقیقات و اکتشافات کی روشنی میں ظاہر ہوتی ہے اور اس سلسلے کے غلط فلسفیانہ نظریات کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ اسی لئے قرآن عظیم نے اپنی بے شمار آیات کے ذریعہ تجرباتی سائنس کی داغ بیل ڈالی اور اس کی ترقی پر زور دیا تا کہ محسوسات و معقولات یا علم و تجربے کی رو سے انسان ان حقائق تک پہنچ جائے جن کو اسلام اپنی کتاب حکمت کے ذریعہ ثابت کرنا چاہتا ہے۔ اس اعتبار سے قرآن عظیم درحقیقت "علمی تصورات" کی کتاب ہے، جن کی صداقت ہر دور میں ظاہر ہوتی رہے گی اور اس کا سب سے بڑا مقصد طبیعیات اور مابعد الطبیعیات میں ربط و تعلق ظاہر کر کے عالم انسانی کو

روشناس کرانا ہے تاکہ وہ اس کی تعلیمات کو بغیر کسی شک و شبہ کے اپنا کر
ان کر سکے۔

مظاہرۂ ربوبیت کے ذریعہ یہ ظاہر کرنا مقصود ہے کہ وحی و الہام اور علم
صادم نہیں ہے۔ بلکہ وحی اور علم یا ایمان اور عقل دو جڑواں بھائی ہیں۔ جو کچھ
ہے وہی کائنات میں بھی موجود ہے اور جو کچھ کائنات میں ہے اس کے اصول
کے اسرار و حقائق کلام الٰہی میں مرقوم ہیں۔ نتیجہ یہ کہ جس ہستی نے یہ
اسی نے یہ حیرت انگیز کلام بھی نازل کیا ہے۔ ورنہ ان دونوں میں اس قدر
ت ہرگز نہ پائی جاتی۔ اس حقیقت کو کوئی بھی سلیم الفطرت شخص جھٹلا
دید میں قرآن عظیم کا یہ سب سے بڑا علمی اعجاز ہے جو غافل انسانوں کو جگانے
نے کی حیثیت رکھتا ہے۔

هْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ	اور اللہ جس کو چاہتا ہے سیدھے راستے
مُّسْتَقِيْمٍ (بقرہ: ۲۱۳)	کی ہدایت دیتا ہے۔

بحث سے حسب ذیل حقائق ثابت ہوتے ہیں:
نات میں ایک خلاق اور حیرت انگیز ہستی کا وجود ضرور موجود ہے، جو بڑے
کرشمے دکھا رہا ہے۔
نی نے اس کائنات کی تخلیق کی ہے اسی نے یہ کلام حکمت (قرآن حکیم) بھی نازل
سرار و حقائق سے بھرا ہوا ہے۔
یات اور مابعد الطبیعیات میں کوئی تضاد نہیں ہے۔ یعنی وحی و الہام اور علم
صادم نہیں ہے۔

۴۔ انسانی علم و تجربہ کلام الٰہی کو کسی بھی حال میں غلط ثابت نہیں کر سکتے بلکہ اس کی تصدیق و تائید کے لئے ہر حال میں مجبور ہیں۔ یہ خلاق عالم کی حکمت اور منصوبہ بندی ہے تاکہ منکرین حق پر حجت پوری ہو جائے۔

۵۔ اس مظاہرہ ربوبیت کا ایک اور بڑا فائدہ بھی ہے کہ جب انسانی یا سائنسی مشاہدات و تجربات کلام الٰہی کی تصدیق و تائید کریں تو اس سے نہ صرف قرآنی نظریۂ علم محکم ہو جائے گا بلکہ خود انسانی یا سائنسی علم بھی قابل استدلال بن جائے گا کہ وہ بھی حقیقت حال تک ضرور پہنچ سکتا ہے۔ ظاہر ہے کہ جب دونوں ایک نقطہ پر جمع ہو جائیں تو پھر دونوں ایک دوسرے کی تصدیق و تائید کرنے والے بن جائیں گے۔

۶۔ اس مظاہرہ ربوبیت کے ذریعہ یہ ثابت کرنا مقصود ہے کہ قرآن عظیم اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا سچا کلام ہے، جو انسانی ساختہ نہیں ہے۔

۷۔ جب یہ ثابت ہو جائے کہ قرآن خدا کا کلام ہے تو پھر اس کلام کے ذریعہ دئے گئے تمام خدائی احکام کو بھی برحق تسلیم کرتے ہوئے ان کی اتباع کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔

۸۔ ان تمام اعتبارات سے اسلام سچا اور برحق دین ثابت ہوتا ہے۔

فلسفے کی اصلاح و رہنمائی | جیسا کہ پچھلے صفحات میں بتایا جا چکا سائنس کا کام تجرباتی و استقرائی ہے، جب کہ فلسفے کا کام استقرائی انکشافات کو بنیاد بنا کر استخراجی یا استدلالی طور پر کلی صداقتیں اخذ کرنا ہے۔ مگر پے در پے سائنسی تحقیقات و انکشافات کے باوجود جدید فلسفہ اب تک کسی کلی و حتمی صداقت تک پہنچ نہیں پایا ہے۔ کیونکہ جدید فلاسفہ کا بنیادی نقطہ نظر غیر جانب دارانہ نہیں بلکہ اصلاً مادہ پرستانہ ہے۔ مادیت و الحادیت جدید فلاسفہ کا محض نظریہ نہیں بلکہ عقیدہ بن چکا ہے۔ اس بنا پر وہ ان حقائق سے آنکھیں چرانا چاہتے ہیں جو

ے روشناس کرانا ہے تاکہ وہ اس کی تعلیمات کو بغیر کسی شک وشبہ کے اپنا کر
امان کرسکے۔

ں مظاہرۂ ربوبیت کے ذریعہ یہ ظاہر کرنا مقصود ہے کہ وحی والہام اور علم
تصادم نہیں ہے۔ بلکہ وحی اور علم یا ایمان اور عقل دو جڑواں بھائی ہیں۔ جو کچھ
ہے وہی کائنات میں بھی موجود ہے اور جو کچھ کائنات میں ہے اس کے اصول
ں کے اسرار وحقائق کلام الٰہی میں مرقوم ہیں۔ نتیجہ یہ کہ جس ہستی نے یہ
ے اسی نے یہ حیرت انگیز کلام بھی نازل کیا ہے۔ ورنہ ان دونوں میں اس قدر
قت ہرگز نہ پائی جاتی۔ اس حقیقت کو کوئی بھی سلیم الفطرت شخص جھٹلا
جدید میں قرآن عظیم کا یہ سب سے بڑا علمی اعجاز ہے جو غافل انسانوں کو جگانے
نے کی حیثیت رکھتا ہے۔

یھدی من یشآءُ	اور اللہ جس کو چاہتا ہے سیدھے راستے
مُستقیم (بقرہ: ۲۱۳)	کی ہدایت دیتا ہے۔

ں بحث سے حسب ذیل حقائق ثابت ہوتے ہیں:

ئنات میں ایک خلاق اور حیرت انگیز ہستی کا وجود ضرور موجود ہے، جو بڑے
نے کرشمے دکھا رہا ہے۔

تی نے اس کائنات کی تخلیق کی ہے اسی نے یہ کلام حکمت (قرآن حکیم) بھی نازل
اسرار وحقائق سے بھرا ہوا ہے۔

یات اور مابعد الطبیعیات میں کوئی تضاد نہیں ہے۔ یعنی وحی والہام اور علم
تصادم نہیں ہے۔

۴۔ انسانی علم وتجربہ کلام الٰہی کو کسی بھی حال میں غلط ثابت نہیں کرسکتے بلکہ اس کی تصدیق وتائید کے لئے ہر حال میں مجبور ہیں۔ یہ خلاق عالم کی حکمت اور منصوبہ بندی ہے تاکہ منکرین حق پر حجت پوری ہوجائے۔

۵۔ اس مظاہرہ ربوبیت کا ایک اور بڑا فائدہ یہ بھی ہے کہ جب انسانی یا سائنسی مشاہدات وتجربات کلام الٰہی کی تصدیق وتائید کریں تو اس سے نہ صرف قرآنی نظریۂ علم محکم ہوجائے گا بلکہ خود انسانی یا سائنسی علم بھی قابل استدلال بن جائے گا کہ وہ بھی حقیقت حال تک ضرور پہنچ سکتا ہے۔ ظاہر ہے کہ جب دونوں ایک نقطہ پر جمع ہوجائیں تو پھر دونوں ایک دوسرے کی تصدیق وتائید کرنے والے بن جائیں گے۔

۶۔ اس مظاہرہ ربوبیت کے ذریعہ یہ ثابت کرنا مقصود ہے کہ قرآن عظیم اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا سچا کلام ہے، جو انسانی ساختہ نہیں ہے۔

۷۔ جب یہ ثابت ہوجائے کہ قرآن خدا کا کلام ہے تو پھر اس کلام کے ذریعہ دئے گئے تمام خدائی احکام کو بھی برحق تسلیم کرتے ہوئے ان کی اتباع کرنا ضروری ہوجاتا ہے۔

۸۔ ان تمام اعتبارات سے اسلام سچا اور برحق دین ثابت ہوتا ہے۔

فلسفے کی اصلاح ورہنمائی | جیسا کہ پچھلے صفحات میں بتایا جاچکا سائنس کا کام تجرباتی واستقرائی ہے، جب کہ فلسفے کا کام استقرائی انکشافات کو بنیاد بناکر استخراجی یا استدلالی طور پر کلی صداقتیں اخذ کرنا ہے۔ مگر پے درپے سائنسی تحقیقات وانکشافات کے باوجود جدید فلسفہ اب تک کسی کلی وحتمی صداقت تک پہنچ نہیں پایا ہے۔ کیونکہ جدید فلاسفہ کا بنیادی نقطۂ نظر غیر جانب دارانہ نہیں بلکہ اصلاً مادہ پرستانہ ہے۔ مادیت والحادیت جدید فلاسفہ کا محض نظریہ نہیں بلکہ عقیدہ بن چکا ہے۔ اس بنا پر وہ ان حقائق سے آنکھیں چرانا چاہتے ہیں، جو

ت جدیدہ کے تحت مظاہرِ عالم میں پنہاں نظر آتے ہیں۔ لہٰذا ضروری تھا کہ جدید فلسفے
اح و رہنمائی کے لئے خالق کائنات کی طرف سے ایک منصوبے کے تحت رہنمائی ہوتی
قرآن عظیم میں جو آفاقی صداقتیں عصرِ جدید کی رہنمائی کے لئے مرقوم ہیں اور جو اس کے
تصورات" کی حیثیت سے نکھر نکھر کر ہمارے سامنے آرہے ہیں، وہ اسی غرض وغایت کے
۔ لہٰذا جدید فلسفہ ان حقائق کو مزید نظر انداز نہیں کر سکتا۔ کیونکہ سائنس اور فلسفے کا
ان کا اصل مقصد غیر جانب دارانہ طور پر حقیقت کی تلاش اور سچائی کا اظہار ہے۔
واضح رہے سائنس نے اپنی تحقیقات و تجربات کے ذریعہ قرآنی تصوراتِ علم کی تصدیق
ردی ہے، جس کے نتیجے میں فلسفیانہ نقطۂ نظر سے "وجودیات" (اونٹولوجی) کا مسئلہ
جاتا ہے جو ہزاروں سال سے فلاسفہ کے لئے دردِ سر بنا ہوا ہے۔ یعنی قرآن اور سائنس
بردست اور ناقابلِ تردید مطابقت و ہمنوائی سے صاف ظاہر ہو جاتا ہے کہ ظواہرِ مادی
ایک خلاق ہستی بلاشک و شبہ اور یقینی طور پر جلوہ افروز ہے، جس کے وجود کو اب مزید
جا سکتا۔ چنانچہ مابعد الطبیعی نقطۂ نظر سے اس پُر جلال ہستی کے انکار کے سلسلے میں
جتنے بھی نظریہ ہائے علم "جتنے منہ اتنی باتیں" کے مصداق وجود میں آچکے ہیں وہ سب
باطل قرار پائے ہیں اور "قرآنی نظریہ علم" پورے دن کی روشنی میں" ظہور پذیر ہو کر
دے دکھا رہا ہے۔

اب رہی فلسفے کی تیسری اہم بحث یعنی "فلسفۂ اقدار و اخلاقیات" تو اس کا بھی ہم کو
ل جاتا ہے کہ جس ہستی نے اس کائنات کی تخلیق کی ہے اور جو اس کائنات کا رب اور
ہے، اسی کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ نوعِ انسانی کے لئے جو اس کی مخلوق ہے۔ ایک ضابطہ
تجویز کرے اور خیر و شر کا تعین کر کے خوب و ناخوب کی وضاحت کرے۔

یہ حقیقت تو صاف ظاہر ہو چکی ہے کہ سائنسی تجرباتی نقطۂ نظر سے اشیاء کی صرف ہئیت
و ماہیت ہی دریافت کی جا سکتی ہے، جو اشیاء کی جزئی صداقتیں ہیں۔ اگرچہ یہ جزئیات بھی اپنی
اصل طبیعت کے لحاظ سے ایک مابعد الطبیعی وجود کی طرف اشارہ کرنے والی ضرور ہیں مگر
اکثر سائنس دانوں کا "مذہب" چونکہ مادہ پرستانہ یا زیادہ سے زیادہ "لاادریت" ہے اس لئے
وہ بھی مادی اشیاء کی اس "اشاراتی زبان" کو دانستہ طور پر سمجھنے سے قاصر ہیں۔ اسی بنا پر
وہ اب تک کسی کلی حقیقت یا صداقت تک نہیں پہنچ پائے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اب تک انسانوں
کے لئے کوئی ضابطہ اخلاق تجویز کرنے کے قابل نہیں بن سکے ہیں۔ کیونکہ یہ چیز ان کے دائرۂ
اختیار سے باہر ہے۔ اب رہا فلسفہ تو وہ بھی ہزاروں سال سے اب تک مغز ماری کرنے کے باوجود
کوئی تسلی بخش فارمولا وضع نہیں کر سکا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اخلاقیات کے اہم ترین مسائل جیسے
خیر و شر اور صواب و ناصواب وغیرہ کے بارے میں فلاسفہ کے درمیان کوئی متفقہ رائے موجود
نہیں ہے بلکہ اس بارے میں جتنے منہ اتنی باتیں ہیں۔

اس اعتبار سے جب سائنس اور فلسفہ دونوں ہی اپنی اس مہم میں ناکام ہو چکے ہیں تو اب
سوائے خدائی ضابطۂ اخلاق یا ضابطۂ حیات کو اپنانے کے چارہ کار ہی کیا رہ جاتا ہے؟ لیکن
سوال یہ ہے کہ یہ خدائی ضابطۂ حیات کیا ہے اور کہاں ہے؟ تو اس کا جواب صاف ہے کہ وہ
قرآن عظیم کی شکل میں موجود و محفوظ ہے، جس کی صداقت پر خود تجرباتی سائنس مع اپنے لاؤ لشکر
کے مہرِ تصدیق ثبت کر چکی ہے۔ لہٰذا اب فلسفے کو اس کے سامنے گھٹنے ٹیکنے کے سوا اور کیا چارۂ کار
رہ جاتا ہے؟ اس لحاظ سے قرآن عظیم آج پوری نوعِ انسانی کے لئے حجت ہے، جس کا انکار کر کے
وہ اپنی عاقبت سے ہاتھ دھو لے گی۔ کیونکہ آج قرآن عظیم پورے عالمِ انسانی کے لئے انتباہ
کی حیثیت رکھتا ہے۔ جیسا کہ ارشادِ باری ہے:

...ارَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ	بڑا ہی بابرکت ہے وہ جس نے اپنے
...عَبْدِهٖ لِیَكُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ	بندے پر فرقان (حق و باطل میں فرق
...یْرًا (فرقان: ۱)	کرنے والی کتاب) نازل کی تاکہ وہ سارے
	جہاں کو متنبہ کرسکے۔
...هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِیْنَ	یہ (قرآن) سارے جہاں کے لئے ایک
...تَعْلَمُنَّ نَبَاَهٗ بَعْدَ حِیْنٍ۔	تذکرہ ہے اور تم اس کی (سچائی کی) خبر
(ص: ۸۷-۸۸)	کچھ عرصے بعد ضرور جان لوگے۔

...ل یہ کہ جدید فلسفہ عقلیت اور تجربیت پر زور دیتے ہوئے مابعد الطبیعات کو اب تک
...رہاہے۔ بلکہ وہ درحقیقت مابعد الطبیعیات پر غور کرنے کو تضیع اوقات قرار دیتے ہوئے
...ہے کہ تجرباتی نقطۂ نظر سے مابعد الطبیعی صداقتوں کی تصدیق کرنا ممکن نہیں ہے۔
...ہ تجربات و مشاہدات کے ذریعہ مابعد الطبیعی حقائق کی مسلسل و پیہم تصدیق ہورہی
...فلاسفہ اس بارے میں کیا رائے قائم کریں گے اور کیا رویہ اختیار کریں گے،
...ں جو لوگ منطقی استدلال کے ذریعہ خلاق عالم کا وجود تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں جس کا
...نقطۂ نظر سے تمام مظاہر فطرت میں دکھائی دے رہا ہے تو اب ان پر اتمام حجت
...قرآنی صداقتوں یا اس کے تصورات علم بہت کافی ہیں، جن کا وہ کسی بھی حال میں
...سکتے ورنہ بصورت دیگر انہیں ان تمام سائنسی و تجرباتی حقائق و اکتشافات کا بھی
...گا جو دنیائے سائنس میں متفق علیہ ہیں۔ اسی کو کہتے ہیں نہ جائے رفتن نہ پائے
...ہے کہ قرآن حکیم کے وہ تمام رموز و حقائق جن کی سائنسی تحقیقات و اکتشافات مسلسل
...ے ہیں وہ محض اتفاقی طور پر ظاہر نہیں ہوگئے ہیں بلکہ ان کے پیچھے ایک انتہائی

دانش مند اور عالی دماغ ہستی کی کارفرمائی نظر آرہی ہے، جیسا کہ اس حقیقت پر خود قرآن حکیم اس طرح روشنی ڈال رہا ہے:

حٰمٓ، تَنْزِیْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ	حامیم۔ یہ کتاب اللہ کی طرف اتاری
الْعَزِیْزِ الْحَكِیْمِ۔ اِنَّ فِی السَّمٰوٰتِ	گئی ہے جو (سب پر) غالب اور حکمت
وَالْاَرْضِ لَاٰیٰتٍ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ	والا ہے۔ زمین اور اجرام سماوی میں
(جاثیہ: ۱-۳)	یقیناً ایمان والوں کے لئے بہت سی
	نشانیاں موجود ہیں۔
حٰمٓ، تَنْزِیْلُ الْكِتٰبِ مِنَ	حامیم۔ یہ کتاب اللہ کی طرف سے اتاری
اللّٰهِ الْعَزِیْزِ الْحَكِیْمِ مَا	گئی ہے جو غالب اور حکمت والا ہے۔ ہم نے
خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ	زمین اور اجرام سماوی اور ان دونوں
وَمَا بَیْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَجَلٍ	میں موجود چیزوں کو پوری حقانیت
مُّسَمًّى، وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا	اور ایک مدت تک کے لئے پیدا کیا ہے
عَمَّآ اُنْذِرُوْا مُعْرِضُوْنَ	(مگر) منکرین خدا کو جس چیز سے ڈرایا
(احقاف: ۱-۳)	جاتا ہے اس سے وہ منھ پھیر لیتے ہیں۔

اس بحث سے بخوبی واضح ہوگیا کہ دین و مذہب پر عمومی طور پر یہ جو الزام لگایا جاتا ہے کہ وہ مابعد الطبیعی حقائق محض ادعائی طور پر پیش کرتا ہے اور ان پر اثباتی یا تجرباتی دلیل پیش کرنے سے قاصر ہے، وہ بالکل غلط اور بے بنیاد ہے۔ ظاہر ہے کہ کم از کم اسلام جیسے فطری مذہب پر اس قسم کا الزام عائد نہیں کیا جاسکتا جو سائنس اور فلسفے کو آئینہ دکھا رہا ہے۔ لہٰذا اب سائنس اور فلسفے کو پوری دیانت داری کے ساتھ اور غیر متعصبانہ طور پر ان

...فتوں کا اعتراف کر لینا چاہئے جو خود سائنس ہی کی تحقیق و تفتیش سے سامنے آئے
...اب سائنس اور فلسفے پر بھاری ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ صحیح رویہ اپنا کر
...ہ بحران کا خاتمہ کریں تاکہ اس کے نتیجے میں عالم انسانی ابدی سعادتوں سے
...تباہی سے محفوظ رہ سکے۔

...ے اسلام دلیل و استدلال کا مذہب ہے جو زور و زبردستی کا قائل نہیں بلکہ
...وشنی میں اپنی بات پیش کرتے ہوئے پوری نوع انسانی کو اس طرح

...اسُ قَدْ جَآءَكُمْ ...ـنْ رَّبِّكُمْ وَاَنْزَلْنَآ ...اً مُّبِيْنًا۔ (...ر : ۴ : ۱۷۴)	اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے دلیل آچکی ہے۔ ہم نے تمہارے پاس ایک نور روشن (قرآن) بھیج دیا ہے۔
...النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ ...ـكُمْ فَمَنِ اهْتَدٰى ...دِيْ لِنَفْسِهٖ وَمَنْ ...ضِلُّ عَلَيْهَا وَمَا ...وَكِيْلٍ۔ (...ں : ۱۰۸)	کہدو کہ اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے حق بات آچکی ہے۔ لہذا اب جو کوئی راہ پر آئے گا تو وہ اپنے ہی بھلے کے لئے ایسا کرے گا اور جو گمراہ ہوگا تو اس کا وبال بھی اسی پر ہوگا اور میں تمہارا ذمہ دار نہیں ہوں۔

...ے درخواست ہے کہ اگر اس مضمون اور اس سے پہلے معارف میں چھپے

دوسرے مضامین میں کوئی لغزش اور تقصیر ہوئی ہو تو اس سے ضرور مطلع فرمانے کی زحمت گوارا فرمائیں تاکہ کتابی شکل میں لانے سے پہلے اسے درست کرسکوں۔

حواشی و مراجع

۱ اس لفظ کی تحقیق کے لئے ملاحظہ ہو ہمارا مضمون "آسمان کیا ہے"۔ ۲ ترمذی و دارمی ۳ Poll en grains ۴ اس آیت کریمہ پر تفصیلی بحث اور دیگر سائنسی حقائق کے لئے راقم کی کتاب "قرآن حکیم اور علم نباتات" دیکھنی چاہئے ۵ ایک اندازے کے مطابق روئے زمین پر چار لاکھ سے زیادہ نباتات پائے جاتے ہیں ۶ دیکھئے انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا: ۴/ ۱۹۸۳ء ۷ دیکھئے دی نیو بک آف پوپلر سائنس، ۳/ ۳۸۳، گلوریل انکارپوریٹڈ، ۱۹۸۰ء ۸ اس موضوع پر ایک مستقل کتاب زیر تصنیف ہے۔

اقبال کا تصور انا

از حکیم ڈاکٹر الطاف احمد اعظمی*

(۲)

اسپنگلر نے اپنی محولہ بالا کتاب میں لکھا ہے کہ اسلام نفی خودی کا قائل ہے اور اس میں واضح طور پر تقدیر (Fatalism) کا تصور موجود ہے۔ اقبال کہتے ہیں کہ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ مسلم ملکوں میں صدیوں سے تقدیر کا سطحی مفہوم رواج پا گیا ہے جس نے مسلمانوں کی قوت حیات اور جذبہ مقاومت پر گہرا اثر ڈالا ہے۔ اس سطحی تصور تقدیر کی اشاعت کے متعدد اسباب ہیں جن میں فلسفہ، سیاست اور تاریخ تینوں کا دخل ہے[1]۔ اقبال نے ان تینوں اسباب سے بحث کی ہے۔

قدیم فلسفہ میں یہ بات متفق علیہ ہے کہ خدا علت العلل ہے اور وہ خارج سے کائنات پر حکومت کرتا ہے۔ اس کائنات میں جو واقعہ بھی پیش آتا ہے اس کا مصدر خدا کی ذات ہے۔ خیر بھی اسی کی طرف سے ہے اور شر بھی اور ان کا صدور معین اور اٹل ہے[2]۔

اس گھٹیا تصور تقدیر کو پھیلانے میں بنو امیہ کے حکمرانوں کا بہت بڑا حصہ ہے۔ یہ حکمراں دنیا پرست اور ابن الوقت تھے۔ انہوں نے اپنے مظالم پر پردہ ڈالنے کے لئے

* جامعہ ہمدرد، نئی دہلی۔

تقدیر کے غلط تصور کو مسلمانوں میں رواج دیا۔ معبد[3] کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اس نے حسن بصری سے سوال کیا کہ بنو امیہ مسلمانوں کے قتل کو قضا و قدر کا فیصلہ قرار دیتے ہیں، یہ کہاں تک صحیح ہے؟ امام صاحب نے کہا کہ یہ خدا کے دشمن جھوٹے ہیں[4]۔

راقم حروف کا خیال ہے کہ مسلمانوں کے ایک بڑے طبقے میں تقدیر کا یہ منفی تصور آج بھی موجود ہے۔ ان دنوں الجزائر میں بھیانک قتل و خوں ریزی کا جو سلسلہ چل رہا ہے اس کی ذمہ دار بعض انتہا پسند مسلم تنظیمیں ہیں۔ ایک تشدد پسند مذہبی تنظیم جمعیۃ الاسلامیہ نے ۱۲۰۰ افراد کے قتل کے بعد جو بیان جاری کیا اس کا کچھ حصہ ہم یہاں نقل کرتے ہیں:

"ہر کوئی جان لے کہ جو کچھ بھی ہم کرتے ہیں، خواہ وہ قتل ہو (انسانوں کا) ذبح ہو، آتش زنی ہو یا لوٹ مار، وہ سب بہر کیف اللہ کی مشیت سے ہی ہوتا ہے .... جمعیۃ الاسلامیہ راست رو، راست باز، حق شعار اور خدا ترس مومنوں کی ایک ایسی جماعت ہے جو کفار و ملحدین کے مال و منال اور ان کے وجود کو نیست و نابود کر دینے کے ربانی مشن کے لئے وقف ہو چکی ہے .... ان کے عقبی صحنوں اور قلعہ بند شہروں میں یہ سارے دھماکے اور قتل و خوں ریزی کا یہ سارا سلسلہ جس نے ان سے ان کی نیندیں چھین لی ہیں اور ہر آن اپنے جسموں سے اپنے سروں کے کاٹ دئے جانے اور اپنی دولت اور عورتوں کے چھین لئے جانے کا انتظار کرتے رہتے ہیں، اس سب کے پس پردہ بہر حال مشیت خداوندی ہی کارفرما ہے[5]۔"

اقبال نے لکھا ہے کہ عہد حاضر میں یورپ کے بعض فلسفیوں نے تقدیر کے اس جارحانہ مفہوم کی حمایت کی اور اس کی فلسفیانہ توجیہ بھی کی ہے۔ چنانچہ انہوں نے اپنے عہد کے سرمایہ دارانہ سماج کو فطری نظام قرار دیا۔ ہیگل کا تصور حقیقت مطلقہ اور آگسٹا کامٹے کا تصور سماج اسی نقطہ نظر کے آئینہ دار ہیں۔ بدقسمتی سے اسی قسم کے خیالات اسلام کے اندر بھی در

...علمائے اسلام[۶] نے قرآن مجید کی ان آیات کی تشریح میں جن میں تقدیر کا ذکر آیا ہے،
...لکھ دیں جن سے مسلم عوام کے ذہنوں پر بہت برے اثرات مرتب ہوئے اور ان کی
...دگی کو نقصان پہنچا[۷]

...ضمنی مسائل پر اظہار خیال کے بعد اقبال اس خطبے کے دوسرے جزء کی طرف آتے
...نفس کی انفرادی بقا کا مسئلہ۔ زمانہ حال میں اس موضوع پر کافی لٹریچر مہیا ہوگیا ہے
...کی پیچیدگی اپنی جگہ قائم ہے۔ اس سلسلے میں مابعد الطبیعیات سے ہم کو کوئی مدد نہیں
...مفکرین میں ابن رشد کی فکری کاوشیں بھی لاحاصل ہیں۔ اس نے لکھا ہے کہ عقل کوئی
...جسمانی شے نہیں بلکہ وجود کی ایک بالکل مختلف قسم ہے، اس میں انفرادیت کے بجائے
...ہے اور وہ آفاقی (Universal) اور سرمدی (Eternal) ہے۔ چونکہ ابن رشد نے
...میکانکی معنی میں لیا اس لئے وہ نفوس انسانی کی بقا کے بارے میں مشکوک تھا[۸]

...نفس کی انفرادی بقا کے بارے میں عہد حاضر کے استدلال کی بنیاد اخلاقی (Ethical)
...ٹ کے نزدیک عقلی دلیل سے نفس انسانی کی بقا کے مسئلے کو حل نہیں کیا جا سکتا ہے۔ اس کا
...ان کے اخلاقی شعور میں پنہاں ہے۔ انسان کی فطرت میں یہ بات داخل ہے کہ وہ خیر اور
...کا طالب ہے اور اس کے لئے جد وجہد کرتا ہے لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ اس دنیا میں خیر اور
...ہم کنار نہیں ہیں۔ دنیا میں انسان کی زندگی نہایت مختصر ہے اور اس مختصر زندگی میں خیر اور
...کا اجتماع ممکن نہیں ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ ایک دوسری دنیا ہو جہاں خیر اور
...ت سے ہم آغوش ہو سکے۔

...اس قسم کے مابعد الطبیعیاتی دلائل محض مادیت کے اس خیال کی تردید میں وضع کئے گئے
...نفس کی بقا محال ہے اور دلیل یہ ہے کہ شعور دماغ کا محض ایک عمل ہے، اس کی موت

کے ساتھ ہی شعور کا بھی خاتمہ ہو جاتا ہے[۹]

اس سلسلے میں اقبال نے مشہور جرمن فلسفی نطشے کی ازلی تکرار (Eternal Recurrence) کا ذکر کیا ہے اور اس کی تحسین کے باوجود اسے قابل اعتراض ٹھہرایا ہے۔ نظریہ تکرار کے مطابق یہاں ہر وجود اور ہر واقعہ کی تکرار ازل سے جاری ہے۔ اس دنیا میں کوئی نئی چیز وقوع میں نہیں آتی۔ جو چیزیں اس وقت موجود ہیں وہ پہلے بھی ہزاروں بار پیدا ہو چکی ہیں اور مستقبل میں بھی ان کی تکرار کا سلسلہ جاری رہے گا[۱۰]

اس نظریے پر تنقید کرتے ہوئے اقبال نے لکھا ہے کہ یہ بھی ایک شدید قسم کا میکانکی تصور ہے۔ نطشے کا تصور زمان بھی غلط ہے۔ اس تصور کے مطابق کسی نئی چیز کی تکوین ممکن نہیں ہے اور انسان کی فطرت جدید سے جدید تر کی تمنائی ہے۔ یہ تصور تقدیر کے جابرانہ تصور یعنی قسمت سے بھی زیادہ مہلک ہے۔ یہ تصور انسان کو زندگی کے لئے جد وجہد سے روکتا ہے اور عمل کی طرف رجحان کی نفی کرتا ہے[۱۱]

مسلم مفکرین اور مغربی فلاسفہ کے تصور بقائے نفس پر گفتگو کے بعد اقبال قرآن مجید کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ انہوں نے لکھا ہے کہ بقائے نفس کے سلسلے میں قرآن مجید کی مختلف آیات کے مطالعہ سے درج ذیل باتیں معلوم ہوتی ہیں[۱۲]

(۱) نفس کا آغاز ایک مخصوص زمانے میں ہوا اور مادی پیکر میں ظہور سے پہلے اس کا کوئی وجود نہ تھا۔ فرمایا گیا ہے:

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا	زمین پر چلنے والے تمام جاندار اور
طَائِرٍ يَطِيرُ بِجَنَاحَيْهِ إِلَّا أُمَمٌ	ہر قسم کے پرندے جو اپنے دونوں بازوؤں
أَمْثَالُكُمْ مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتَابِ	پر اڑتے ہیں تمہاری ہی طرح امتیں

مِنْ شَیْءٍ ثُمَّ اِلٰی رَبِّهِمْ يُحْشَرُوْنَ۔

(سورہ انعام : ۳۸)

(یعنی گروہ) ہیں۔ ہم نے کوئی چیز نہیں
چھوڑی جو کتاب (لوح محفوظ) میں لکھی
نہ ہو۔ پھر سب اپنے پروردگار کے حضور
جمع کیے جائیں گے۔

(۲) انسان اس عالم مادی میں دوبارہ واپس نہیں آئے گا جیسا کہ آیت ذیل سے واضح ہے

حَتّٰۤى اِذَا جَآءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ
قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ لَعَلِّیْۤ اَعْمَلُ
صَالِحًا فِیْمَا تَرَكْتُ كَلَّا اِنَّهَا
لِمَةٌ هُوَ قَآئِلُهَا وَمِنْ وَّرَآئِهِمْ
رْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ۔

(سورہ مومنون : ۹۹، ۱۰۰)

یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کی موت
آجاتی ہے اس وقت کہتا ہے کہ اے میرے
رب مجھے (دنیا میں) واپس بھیج دے تاکہ
جو کچھ میں چھوڑ آیا ہوں اس میں کچھ نیک
کام کروں۔ ہرگز نہیں (ایسا کبھی نہ ہوگا)
یہ محض ایک بات ہے جو وہ کہہ رہا ہے۔ ان کے
پیچھے ایک آڑ یعنی برزخ ہے ظہور قیامت
تک جس دن وہ اٹھائے جائیں گے۔

یک دوسرے مقام پر ہے :

فَرَءَيْتُمْ مَّا تُمْنُوْنَ ءَاَنْتُمْ
خْلُقُوْنَهٗۤ اَمْ نَحْنُ الْخٰلِقُوْنَ
حْنُ قَدَّرْنَا بَيْنَكُمُ الْمَوْتَ وَمَا
حْنُ بِمَسْبُوْقِيْنَ عَلٰۤى اَنْ نُّبَدِّلَ
مْثَالَكُمْ وَنُنْشِئَكُمْ فِیْ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ

کیا کبھی تم نے سوچا کہ تم (عورت کے
رحم میں) جو منی ٹپکاتے ہو اس کی صورت
گری کرنے والے تم ہو یا ہم ہیں۔ ہم نے
تمہارے درمیان موت کو (ایک معین
وقت پر) ٹھیرا رکھا ہے اور ہم اس بات سے

(سورہ واقعہ : ۵۸-۶۱)

عاجز نہیں ہیں کہ تمہاری صورتوں کو کسی
اور صورت سے بدل دیں اور تم کو ایک ایسی
شکل میں اٹھائیں جس کو تم نہیں جانتے۔

(۳) نفس کی محدودیت بدنصیبی کی بات نہیں ہے فرمایا گیا ہے :

اِنْ كُلُّ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ
اِلَّاۤ اٰتِی الرَّحْمٰنِ عَبْدًا لَقَدْ اَحْصٰىهُمْ
وَعَدَّهُمْ عَدًّا وَكُلُّهُمْ اٰتِيْهِ
يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَرْدًا۔

(سورہ مریم : ۹۳-۹۵)

آسمانوں اور زمین میں جتنی مخلوقات ہیں
سب خدائے رحمٰن کے حضور غلام کی طرح
حاضر ہوں گے۔ اس نے ان سب کا احاطہ
کر رکھا ہے اور ان کو شمار کر لیا ہے اور
قیامت کے دن سب کے سب اس کے
حضور ایک فرد کی حیثیت سے حاضر
ہوں گے"

اس آیت سے معلوم ہوا کہ ہر انسان ایک فرد ہے اور فرد ہی کی حیثیت سے روز قیامت خدا
کے سامنے آئے گا تاکہ وہ اپنے گزشتہ اعمال کے نتائج کا مشاہدہ کرے اور مستقبل کے امکانات کا اندازہ
کر سکے۔ فرمایا گیا ہے :

وَكُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰهُ طٰٓئِرَهٗ فِیْ
عُنُقِهٖ وَنُخْرِجُ لَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ
كِتٰبًا يَّلْقٰىهُ مَنْشُوْرًا اِقْرَاْ كِتٰبَكَ
كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا

(سورہ بنی اسرائیل : ۱۳، ۱۴)

ہم نے ہر شخص کا مقدر اس کی گردن سے
باندھ رکھا ہے اور روز قیامت ہم ایک
کتاب نکال کر اس کے سامنے کر دیں گے
جس کو وہ بالکل کھلا ہوا پائے گا (اور
کہا جائے گا لو) اپنا نامۂ اعمال پڑھو۔ آج

تم اپنا حساب کرنے کے لیے خود ہی کافی ہو۔

اس آیت سے بالکل واضح ہے کہ انسان کی انفرادیت جسم کی موت کے بعد بھی باقی رہے گی۔
ن کے ارتقار کی آخری منزل کیا ہے یہ نہیں معلوم لیکن اس بات کا قوی امکان ہے کہ وہ محدود ذات
وجود خدا کی ہستی میں گم نہیں ہوگا بلکہ اپنے وجود کو قائم رکھے گا۔ خدا کی طرف سے یہ ایک بڑا
م ہے کہ نفس انسانی برابر ترقی کرتا رہے گا اور خوب سے خوب تر بنتا جائے گا یہاں تک کہ
ت کی عالم گیر شکست و ریخت کا بھی اس کے سفر ارتقا پر کوئی اثر نہ ہوگا۔ ارشاد ہوا ہے:

وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ	اور (روز قیامت جس وقت) صور پھونکا
فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ	جائے گا تو آسمانوں اور زمین کی کل مخلوقات
اِلَّا مَنْ شَاءَ اللّٰهُ ثُمَّ نُفِخَ	بے ہوش ہوکر گر پڑیں گی بجز ان کے جن کو
فِيْهِ اُخْرٰى فَاِذَا هُمْ قِيَامٌ	اللہ (اس ہولناکی سے محفوظ رکھنا) چاہے
يَنْظُرُوْنَ۔	پھر دوسری بار صور پھونکا جائے گا تو دفعۃً
(سورہ زمر: ۶۸)	سب کے سب کھڑے ہوکر دیکھ رہے ہوں گے
	(کہ کیا ہو رہا ہے)

اقبال لکھتے ہیں کہ اس آیت میں جن لوگوں کی خودی کی استواری کی بات کہی گئی ہے ان سے
لوگ ہیں جن کا نفس اعمال خیر سے مستحکم ہو چکا ہوگا۔ اس استحکام نفس کا آخری درجہ یہ ہے کہ
مطلقہ سے براہ راست اتصال کے باوجود وہ اپنے وجود کی انفرادیت کو قائم رکھنے پر قادر
یسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلے میں قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے: مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا
(سورہ نجم: ۱۷) "نگاہ نہ تو بہکی اور نہ ہی حد سے متجاوز ہوئی"۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے
ہوکر بھی اس کے نور میں گم نہیں ہوگئے بلکہ انہوں نے اپنی انفرادیت کو قائم رکھا۔ ایک

فارسی شاعر نے اس مفہوم کو اپنے اس شعر میں نہایت عمدگی سے ادا کیا ہے:[۱۳]

موسیٰ ز ہوش رفت بیک جلوہ صفات   تو عین ذات می نگری و در تبسمی

"موسیٰ صفات خدا کا ایک ہی جلوہ دیکھ کر بے ہوش ہوگئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے
عین خدا کی ذات کو دیکھا اور تبسم فرما رہے ہیں"۔

اقبال نے نفس کی انفرادی بقا اور اس کے استحکام و قیام کے سلسلے میں اوپر جو قرآنی آیت
(نجم: ۱۷) نقل کی ہے اس کا وہ مفہوم نہیں جو انہوں نے سمجھا ہے۔ حد درجہ افسوس کی بات ہے
کہ اقبال جیسے مفکر اور نکتہ داں شخص نے اپنی دلیل کی بنیاد اس موضوع روایت پر رکھی ہے کہ
معراج میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کا دیدار کیا تھا۔ اپنے فارسی اشعار میں بھی اقبال نے
اس خیال کو نظم کیا ہے۔ اگر اقبال نے صرف آیت مذکورہ کے سیاق و سباق کو دیکھ لیا ہوتا تو وہ
اس غلطی کے مرتکب نہ ہوتے ماقبل کی آیت ملاحظہ ہو:

عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى ذُوْ مِرَّةٍ	اس (نبی صلی اللہ علیہ وسلم) کو تعلیم دی ایک
فَاسْتَوٰى وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰى	بڑی قوت والے اور نہایت دانا (فرشتہ)
ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى فَكَانَ قَابَ	نے۔ پس وہ نمودار ہوا اس حالت میں کہ
قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى فَاَوْحٰى اِلٰى	آسمان کے بلند کنارے پر تھا، پھر وہ نزدیک
عَبْدِهٖ مَا اَوْحٰى۔	آیا اور (اتر کر اس قدر) جھک پڑا کہ (نبی
(سورہ نجم: ۵-۱۰)	صلی اللہ علیہ وسلم اور فرشتے کے درمیان
	صرف) دو کمانوں کے برابر فاصلہ رہ گیا
	بلکہ اس سے بھی کم۔ پھر اس نے اس (اللہ)
	کے بندے کی طرف وحی کی جو وحی کرنی تھی۔

ن آیات میں جس ہستی کا ذکر ہے وہ نعوذ باللہ خدا نہیں جیسا کہ اقبال اور دوسرے غالی
انے سمجھا ہے بلکہ وہ ہستی حضرت جبرئیل علیہ السلام ہیں جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف
ے تھے اور آپ کے معلم بھی تھے جیسا کہ عَلَّمَہٗ شَدِیْدُ الْقُوٰی کے الفاظ سے بالکل
۔ نظائر قرآن سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ ایک جگہ فرمایا ہے:

نَّہٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ کَرِیْمٍ ذِیْ	یہ ایک باعزت رسول (یعنی فرشتے)
وَّۃٍ عِنْدَ ذِی الْعَرْشِ مَکِیْنٍ	کا قول ہے جو نہایت طاقتور اور صاحب
(سورہ تکویر: ۲۰)	عرش (خدا) کے نزدیک اونچا مرتبہ
	رکھتا ہے۔

ورہ آیت "عَلَّمَہٗ شَدِیْدُ الْقُوٰی" کی تفسیر ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوجاتا ہے
(۵۔۱۰) کا مدلول خدا نہیں، فرشتہ ہے یعنی جبرئیل علیہ السلام۔ اسی فرشتے کو آپ نے
دیکھا تھا اور اس دیکھنے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں نے کوئی خطا نہیں
زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی کا یہی مفہوم ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آسمانی سفر
قع اپنے رب کی عظیم نشانیاں دیکھی تھیں نہ کہ ذات خدا کو جیسا کہ اقبال نے لکھا ہے
لْبَصَرُ الخ سے ٹھیک متصل جو آیت ہے اس سے یہ مفہوم بالکل ثابت ہے، فرمایا:

دْ رَاٰی مِنْ اٰیٰتِ رَبِّہِ	اس (نبی صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنے رب کی
کُبْرٰی (سورہ نجم: ۱۸)	بڑی بڑی نشانیاں دیکھیں۔

بال نے اس سے بڑا ستم یہ کیا کہ اپنے غلط خیال کی تائید میں ایک فارسی شاعر کا قول
و تمام تر ہفوات ہے اور اس سے موسیٰ علیہ السلام جیسے جلیل القدر رسول خدا کی
ہوتی ہے۔

تصوف کے نقطہ نظر سے محدود کا نفس مطلقہ سے متصل ہوکر اس میں گم ہوجانا اس کا
منتہائے مقصود اور معراج کمال ہے لیکن اقبال تصوف کے اس خیال سے اتفاق نہیں کرتے
وہ نفس کی انفرادی بقا کے قائل ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ نفس محدود خدا سے متصل ہوکر اس میں جذب
نہیں ہوجائے گا بلکہ اپنے وجود کو قائم رکھے گا جیسا کہ اس سے پہلے بیان ہوا۔ وہ یہ بھی کہتے
ہیں کہ نفس کی انفرادی بقا قرآن مجید سے ثابت ہے۔ اس بارے میں بعض قرآنی آیات وہ
اس سے پہلے نقل کرچکے ہیں یہاں مزید ایک آیت پیش کرتے ہیں:

اَیَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ یُّتْرَکَ	کیا انسان یہ سمجھتا ہے کہ وہ بس یوں ہی
سُدًی اَلَمْ یَکُ نُطْفَۃً مِّنْ	چھوڑ دیا جائے گا (اور اس سے باز پرس
مَّنِیٍّ یُّمْنٰی ثُمَّ کَانَ عَلَقَۃً فَخَلَقَ	نہ ہوگی) کیا وہ محض ایک قطرہ منی نہیں
فَسَوّٰی فَجَعَلَ مِنْہُ الزَّوْجَیْنِ	تھا جو (عورت کے رحم میں) ٹپکایا گیا پھر
الذَّکَرَ وَالْاُنْثٰی اَلَیْسَ ذٰلِکَ	وہ خون کا لوتھڑا ہوگیا، پھر اللہ نے
بِقٰدِرٍ عَلٰٓی اَنْ یُّحْیِیَ الْمَوْتٰی۔	(بتدریج) بنایا پھر اس کے نوک پلک
(سورہ قیامہ: ۳۶-۴۰)	سنوارے پھر اس سے زوجین بنائے
	یعنی مرد اور عورت۔ کیا (ایسی قدرت
	والا) خدا اس بات پر قادر نہیں کہ وہ
	(روز قیامت) مردوں کو زندہ کردے۔

یہ بات ناقابل تصور ہے کہ جس انسان کی تخلیق اور اس کی تکمیل (احسن تقویم) میں لاکھوں
سال فطرت نے صرف کئے ہیں وہ آخر الامر ایک از کار رفتہ چیز بن کر رہ جائے۔ فی الحقیقت نفس
فطرت میں مسلسل ترقی ودیعت کی گئی ہے اور یہ ترقی عمل صالح کے ذریعہ ممکن ہے۔ اعمال غیر

س ترقی میں سد راہ ہیں جیسا کہ فرمایا گیا ہے۔

ألْھَمَھَا فُجُوْرَھَا وَتَقْوٰاھَا
ن اَفْلَحَ مَنْ زَکّٰھَا وَقَدْ خَابَ
نْ دَسّٰھَا۔
(سورہ شمس: ۸ - ۱۰)

پس اس نے نفس کو فجور اور تقویٰ دونوں الہام کئے (یعنی بدی اور نیکی کی سمجھ اس کو عطا کی) پس جس نے اس کو پاک اور بالیدہ کیا وہ کامیاب ہوا اور جس نے اس کو (فجور) آلودہ کیا اور اس کی بالیدگی روک دی وہ ناکام ہوا۔

ت اور زندگی کی تخلیق کی غرض حسن عمل کا امتحان ہے جیسا کہ قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے:

ی خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃَ
وَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلاً۔
(سورہ ملک: ۲)

جس نے موت اور زندگی کی تخلیق کی تاکہ تمہارا امتحان لے کہ تم میں سے کس کا عمل اچھا ہے۔

یت سے معلوم ہوا کہ موت کا تعلق اعمال غیر صالحہ سے اور زندگی کا تعلق اعمال صالحہ
نفوس کی خودی موت کے بعد قائم رہے گی جو اعمال نیک سے مزین اور ان کی وجہ
ہوں گے[۱۴]

نے مزید لکھا ہے کہ انسان کو جو زندگی ملی ہے وہ اعمال کے ذریعہ نفس کی ترقی و استحکام
ور موت کی غرض اس بات کا امتحان ہے کہ کس انسان نے اپنے نفس کے ساتھ کیا
ی عمل صالح سے اس کا تزکیہ کرکے اس کو مزید ترقی کے قابل بنایا یا عمل غیر صالح
کے امکانات کو مسدود کیا ہے؛ عمل کو مسرت والم کے زاویے سے نہیں دیکھا جانا
یکھنا ضروری ہے کہ کس عمل سے خودی (نفس) استوار ہوتی ہے اور کون سا عمل

اس کو کمزور کرتا ہے۔ یہ عمل ہی ہے جو فیصلہ کرتا ہے کہ کون سا نفس اس لائق ہے کہ وہ فنا ہو جائے اور کون سا نفس مستقبل میں ترقی کے قابل ہے۔ معلوم ہوا کہ شخصی بقا ہمارا کوئی پیدائشی حق نہیں ہے، بلکہ یہ ذاتی کوشش سے حاصل ہوتا ہے[۱۵]

فلسفہ اور سائنس دونوں اس بات کے قائل ہیں کہ موت سے انسانی زندگی کا سفر ختم ہو جاتا ہے لیکن یہ ایک یاس آفریں خیال ہے۔ فی الواقع جسم کی تحلیل سے زندگی کا سفر ختم نہیں ہوتا بلکہ ایک دوسری شکل میں یہ سفر جاری رہتا ہے۔ موت ایک عبوری حالت ہے[۱۶] یعنی جسمانی سفر کی سرحد جہاں ختم ہوتی ہے وہاں سے روحانی سفر شروع ہوتا ہے اور اس کی پہلی منزل قرآن مجید کی اصطلاح میں برزخ ہے[۱۷]

عالم برزخ کے متعلق اقبال نے صوفیانہ تجربے کے حوالے سے لکھا ہے کہ وہ دراصل شعور کی ایک حالت ہے جس میں زمان و مکان کے بارے میں نفس انسانی کا زاویہ نگاہ بدل جائے گا۔ عالم برزخ محض توقعات کا کوئی عالم نہ ہوگا بلکہ اس میں نفس کو حقیقت مطلقہ کے نئے پہلوؤں کا ادراک و عرفان حاصل ہوگا۔ اس مقام تک وہی نفوس پہنچیں گے جن کی خودی مکمل طور پر نشو و ارتقا کے مرحلوں سے گزر چکی ہوگی۔ لیکن ضعیف نفوس اس سعادت سے محروم ہوں گے اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ فنا ہو جائیں۔

اقبال لکھتے ہیں کہ حیات بعد الموت کوئی خارجی واقعہ نہیں بلکہ ارتقائے نفس کی ایک منزل ہے۔ موت کے بعد نفس کے اعمال کی بنیاد پر فیصلہ ہوگا کہ مستقبل میں اس کی ترقی کے کیا امکانات ہیں۔ احیائے موتیٰ کے بارے میں قرآن مجید میں جو عقلی دلائل مذکور ہیں ان میں سے ایک دلیل اس کی پہلی زندگی ہے۔ مثلاً ایک جگہ فرمایا گیا ہے:

اَوَلَا یَذْکُرُ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰہُ
کیا انسان اس بات کو یاد نہیں کرتا کہ ہم نے

ن قَبْلُ وَلَمْ يَكُ شَيْئًا فَوَرَبِّكَ
حْشُرَنَّهُمْ وَالشَّيَاطِيْنَ ثُمَّ
حْضِرَنَّهُمْ حَوْلَ جَهَنَّمَ جِثِيًّا

(سورہ مریم: ۶۷-۶۸)

اس کو اس سے پہلے پیدا کیا اور وہ (اس وقت) کچھ بھی نہ تھا۔ پس قسم ہے تیرے رب کی ہم ان کو جمع کریں گے اور شیاطین کو بھی، پھر ان کو جہنم کے ارد گرد اس حالت میں حاضر کریں گے کہ گھٹنوں کے بل گرے ہوں گے۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ انسان اول کی تخلیق کس طرح ہوئی؟ سورۂ واقعہ (آیات
اس طرف واضح اشارہ موجود ہے اور غالباً اسی قسم کی آیتوں نے مسلم مفکرین کو
ر سوچنے کی ترغیب دی ہے[18]

یاتیاتی ارتقار کے قائل ہیں۔ اس سلسلے میں انہوں نے جاحظ (متوفی ۲۵۵ ہجری)
فی ۴۲۱ ہجری) اخوان الصفار اور رومی کا خصوصیت کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ جاحظ
ں نے حیوانی زندگی میں ماحول اور نقلِ مکان کی وجہ سے ہونے والے تغیرات
ان الصفار نے جاحظ کے اس خیال کو مزید آگے بڑھایا۔ ابن مسکویہ نے انسانی
متعلق بہت واضح تصور پیش کیا جو جدید حیاتیاتی ارتقار کے تصور سے بڑی
ہے۔

اس مسئلے کو ایک مابعد الطبیعیاتی مسئلہ کی حیثیت دینے کے بجائے جیسا کہ اکثر
یلہے، حیاتیاتی ارتقار کے نقطہ نظر سے اس کا جائزہ لیا اور قرآنی آیات کی روشنی
و حیاتیاتی ارتقار کا لازمی حصہ قرار دیا۔ اقبال کہتے ہیں کہ مغرب کا نظریۂ ارتقار
ا امید اور حوصلہ کے بجائے افسردگی اور یاس پیدا کرتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے

کہ جدید مفکرین انسان کی ذہنی اور جسمانی زندگی کو حیاتیاتی ارتقار کی کڑی آخری قرار دیتے ہیں۔ موت کو محض ایک حیاتیاتی واقعہ قرار دینا اپنے اندر کوئی تعمیری اور مثبت پہلو نہیں رکھتا۔ اس لئے ماننا ہوگا کہ جدید نظریۂ ارتقار نے انسانیت کی کوئی خدمت نہیں کی بلکہ اسے غایت درجہ مایوس کیا ہے۔ اس کے بالمقابل اسلام کا تصور حیات ہے جو امید کی شمع روشن کرتا ہے اور انسانیت کو زندگی کا تابناک پہلو دکھاتا ہے۔ جیسا کہ رومی کے درج ذیل اشعار کے ترجمہ سے واضح ہے۔

"انسان کا ظہور سب سے پہلے غیر مادی اشیار کی صورت میں ہوا پھر نباتات کی صورت میں وہ مدتوں رہا اس کے بعد وہ حیوانی زندگی میں داخل ہوا۔ بعد ازاں خالق برتر نے اس کو حیوانی زندگی سے نکال کر انسانی درجے تک پہنچایا اور خلعت انسانیت سے اس کو مشرف کیا۔ اس طرح انسان فطرت کی ایک حالت سے دوسری حالت منتقل ہوا یہاں تک کہ وہ صاحب عقل و دانش اور نہایت طاقت ور بن گیا جیسا کہ وہ اس وقت دکھائی دیتا ہے۔ ایک دن اس حالت سے نکل کر اس کی روح کو دوسری حالت کی طرف صعود کرنا ہے"[19]

اکثر مسلم مفکرین حیات بعد الموت پر یقین رکھتے ہیں لیکن یہ امر ان کے درمیان نزاعی ہے کہ یہ حشر جسمانی ہوگا یا روحانی۔ اکثر علمار کا خیال ہے جن میں شاہ ولی اللہ دہلوی بھی شامل ہیں کہ دوسری زندگی کسی نہ کسی معنی میں جسمانی ہوگی خواہ جسم لطیف ہی کیوں نہ ہو۔ حشر جسمانی کو فوقیت دینے کی وجہ ان کا یہ خیال ہے کہ نفس ایک فرد کی حیثیت سے بغیر جسم کے ناقابل تصور ہے۔ اقبال نے لکھا ہے کہ اس سلسلے میں قطعیت کے ساتھ کچھ کہنا مشکل ہے۔ قرآن مجید کی ایک آیت سے اس پر کسی قدر روشنی پڑتی ہے۔ فرمایا گیا ہے:

ءَ إِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا ذٰلِكَ
رَجْعٌ بَعِيْدٌ قَدْ عَلِمْنَا مَا تَنْقُصُ

کیا جب ہم مرجائیں گے اور مٹی ہوجائیں گے تو دوبارہ زندہ کئے جائیں گے۔ یہ دوبارہ

الْاَرْضُ مِنْهُمْ وَعِنْدَنَا كِتَابٌ
حَفِيْظٌ۔ (سورہ ق: ۳، ۴)

زندہ کیا جانا تو بعید (از امکان) ہے
ہم کو پہلے سے معلوم ہے جو کچھ زمین ان کے
اندر سے کم کرتی ہے اور ہمارے پاس ایک
محفوظ رکھنے والی کتاب (موجود) ہے
(جس میں ہر چیز لکھی ہوئی ہے۔

...ا آیت سے میرے ذہن میں یہ خیال آتا ہے کہ دوسری زندگی اپنے مخصوص ماحول کے
...ی جس طرح ہماری موجودہ زندگی اپنے ماحول کے عین مطابق ہے لیکن یہ کہنا مشکل ہے
...ری زندگی کی صحیح نوعیت کیا ہوگی اور نفس کا جسم کے ساتھ التصاق خواہ وہ کتنا ہی لطیف
...س طرح کا ہوگا؟[۲۰] البتہ قرآنی بیان سے یہ امر یقینی معلوم ہوتا ہے کہ جسم کی تحلیل کے بعد
...ی قائم رہے گی اور انسان اپنے نامہ اعمال کو اپنی گردن سے لٹکتا ہوا دیکھے گا۔[۲۱]

...قام پر اقبال نے جنت اور دوزخ کا بھی ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ یہ احوال (states)
...ت (Localities) اس سلسلے میں قرآن مجید کے بیان کی غرض محض اظہار حقیقت
...صورت گری۔ قرآن میں ہے کہ دوزخ خدا کی بھڑکائی ہوئی آگ ہے جو دلوں کے اوپر
...ے گی۔ اس کا مفہوم ناکامی کے احساس سے پیدا ہونے والی تکلیف ہے اور جنت
...انتشار کی قوتوں پر غلبہ سے حاصل ہونے والی مسرت ہے۔ دائمی عذاب کا تصور
...ابت نہیں ہے۔ اس کی مدت بہرحال متعین ہے (سورۃ النبا: ۲۳) اس لئے ماننا
...ائمی تعذیب کی کوئی جگہ نہیں ہے۔ اس کی حیثیت تادیبی اور اصلاحی ہے تاکہ شقی
...لاحی عمل سے دوبارہ خدائے رحیم کی رحمت و غفاری کی دید کے قابل بن سکیں۔
...کوئی تفریح گاہ نہیں ہے۔ زندگی ایک مسلسل سفر ہے اور اس سفر میں وہ ہر

با حقیقت مطلقہ کے نئے جلووں سے ہم کنار ہوگی۔ کوئی نہیں جانتا کہ نفس کی تخلیقی قوتوں
میں پوشیدہ امکانات کی آخری حد کیا ہے۔[۲۲]

جنت اور دوزخ کے بارے میں اقبال نے اوپر جن خیالات کا ذکر کیا ہے ان کی تائید
قرآن مجید کے بیانات سے نہیں ہوتی۔ دوزخ کو اصلاحی عمل یا اصلاح خانہ (Reformat
ory Home) قرار دینا صحیح نہیں ہے۔ ایک دوسرے عالم مولانا سید سلیمان ندویؒ نے جہنم کو
بیماروں (گنہگاروں) کے لئے شفا خانہ بتایا ہے۔ لکھتے ہیں:

"دوزخ کی مثال یہ نہیں ہے کہ وہ مجرموں کے لئے قید خانہ ہے بلکہ وہ بیماروں کے
لئے شفا خانہ ہے۔ بیمار کو شفا خانہ کے اندر بھی ہر قسم کی تکلیفیں محسوس ہوتی ہیں،
درد، اعضا شکنی، شدت تشنگی، سوزش جسم۔ وہاں کڑوی سے کڑوی دوا دی جاتی ہے،
بدمزہ سے بدمزہ کھانا کھلایا جاتا ہے، ضرورت ہے تو اس کو نشتر دیا جاتا ہے، اس کا کوئی
عضو کاٹا جاتا ہے، کوئی داغا جاتا ہے اور ان سب کی تکلیفیں اس کو اٹھانی پڑتی ہیں مگر یہ
ساری ایذا رسانی کسی انتقام اور تکلیف دہی کی غرض سے نہیں ہوتی بلکہ عام صحت کی غلط
کاریوں کے برے نتائج سے اس کے جسم کو محفوظ رکھنے کی غرض سے کی جاتی ہے۔ اس کو جو
تکلیفیں وہاں محسوس ہوتی ہیں وہ گو شفا خانہ کے اندر ہی محسوس ہوتی ہیں مگر ان کا سبب
شفا خانہ نہیں بلکہ خود اس بیمار کا اصول صحت سے دانستہ یا نادانستہ انحراف کرنا اور اس کی
وجہ سے ان بیماریوں میں مبتلا ہونا ہے۔"[۲۳]

حقیقت دوزخ کی اس توجیہ کی ضرورت ہمارے علماء کو اس لئے پیش آئی کہ خدا کی رحمت
دارانست کے خانے میں جہنم کا وجود کچھ بے جوڑ معلوم ہوتا ہے۔ جو خدا رحمان و رحیم ہے، جس کی
رحمت و نوازش کی فیض رسانیوں سے اس عالم کا ذرہ ذرہ مستفید ہو رہا ہے، جس کا لطف و کرم

ے نہایت، جس کے الطاف وعنایات بے اندازہ، جس کا عفو وبخشش بے حساب، بھلا وہ
را اپنے بندوں کے ساتھ قہر وغضب، سنگ دلی، بے مروتی اور تعذیب کا معاملہ کیسے کرسکتا ہے۔
فی الواقع جہنم نہ تو شفاخانہ ہے اور نہ ہی جہنم کی سزاؤں کی علت خدا کا قہر وغضب یعنی
ہ انتقام ہے کہ اس عیب سے وہ بالکل پاک ہے۔ اس کا مقصد تادیب واصلاح بھی نہیں
سا کہ اقبال نے لکھا ہے۔ جہنم کا وجود دراصل خدا کے قانون عدل کے ظہور سے وابستہ ہے
پ نہیں دیکھتے کہ اس عالم ہست وبود میں ہر طرف اس کی ربوبیت اور رحمت کے دلکش
ظر نظر آتے ہیں۔ یہ خدا کی رحمتِ بے پایاں کا ہی نتیجہ ہے کہ کفار ومشرکین بھی اس دنیا میں
ی رحمتوں سے فیض اٹھا رہے ہیں اور زندگی کا ہر سر وسامان ان کو حاصل ہے۔ لیکن
ت جس دن کا نام ہے وہاں خدا کی رحمت کے ساتھ اس کا قانون عدل بھی ظاہر ہوگا۔
ون ٹھیک ٹھیک فیصلہ کر دے گا کہ آج کون اس کی رحمت کا مستحق ہوگا اور کون اس کے
م۔ اس کی رحمت وعذاب کے اس قانون کا سراغ ہم کو موسیٰ علیہ السلام کی دعائے استغفار
تا ہے جو درج ذیل ہے:

اَنْتَ وَلِیُّنَا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا	تو ہی ہمارا کارساز ہے، ہماری خطاؤں سے
وَاَنْتَ خَیْرُ الْغَافِرِیْنَ وَاکْتُبْ	درگذر فرما اور ہم پر رحم فرما اور تو سب سے
لَنَا فِیْ ھٰذِہِ الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّ	اچھا معاف کرنے والا ہے تو اس دنیا میں
فِی الْاٰخِرَۃِ اِنَّا ھُدْنَا اِلَیْکَ	بھی ہم کو بھلائی عطا کر اور آخرت میں بھی
(سورہ اعراف: ۱۵۵-۱۵۶)	ہم تو تیری طرف رجوع ہوئے۔

اس دعا کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

قَالَ عَذَابِیْ اُصِیْبُ بِہٖ مَنْ	اس نے کہا میرا عذاب تو میں جس پر

اَشَاءُ وَرَحْمَتِیْ وَسِعَتْ کُلَّ شَیْءٍ	چاہتا ہوں اس پر نازل کرتا ہوں اور
فَسَاَکْتُبُھَا لِلَّذِیْنَ یَتَّقُوْنَ وَیُؤْتُوْنَ	میری رحمت تو تو (عالم کی) ہر چیز کو عام
الزَّکٰوۃَ وَالَّذِیْنَ ھُمْ بِاٰیٰتِنَا	ہے۔ پس میں اپنی رحمت کو (روز آخرت)
یُؤْمِنُوْنَ۔	صرف ان لوگوں کے لئے خاص کر دوں گا
(سورہ اعراف: ۱۵۶)	جو (اس دنیا میں) خدا سے ڈرتے رہیں گے
	اور زکوٰۃ دیتے رہیں گے اور جو ہماری آیات
	پر ایمان لائیں گے۔

یہ ہے خدا کا قانون عدل جس کا ظہور آخرت میں ہوگا۔ معلوم ہوا کہ قانونِ عدل کا تعلق مجرموں سے اور قانون رحمت کا تعلق نیکوکاروں سے ہے۔ جنت اور جہنم دراصل ہمارے اعمال کے دو مختلف نتائج ہیں، اچھے اور راحت بخش نتیجے کو جنت اور برے اور تکلیف دہ نتیجے کو جہنم سے تعبیر کیا گیا ہے۔ ان دو مختلف نتائج کی جو تفصیلات قرآن مجید میں پیش کی گئی ہیں وہ تمثیلی ہیں نہ کہ حقیقی۔ ان کی واقعی صورت کی تفہیم اس دنیا میں ممکن نہیں ہے۔ رہا یہ مسئلہ کہ جرائم کی سزا بھگت لینے کے بعد مجرموں کے ساتھ کیا معاملہ ہوگا تو اس سلسلے میں قرآن مجید سے کوئی قطعی بات معلوم نہیں ہوتی۔ اس کا تعلق بھی امور غیب سے ہے۔[۲۴]

ماخذ وحواشی

[۱] The Human Ego - His Freedom and Immortality. P. 109

[۲] ایضاً ص ۱۱۱ [۳] اس کا پورا نام معبد جہنی تھا۔ یہ شخص تابعین میں سے تھا اور نہایت جری اور راست گو تھا (دیکھیں میزان الاعتدال، امام ذہبی ص ۱۲) معبد نے بنو امیہ کی زیادتیوں کے خلاف بغاوت کی اور قتل ہوا (دیکھیں تاریخ مصر، مقریزی ج ۲ ص ۳۵۶) [۴] The

Human Ego-His Freedom And Immortality. P.111 ؎ قومی آواز، (روزنامہ دہلی) ۲۸ ستمبر ۱۹۹۰ء ص ۳ ؎ ان علماء میں امام رازی نمایاں حیثیت رکھتے ہیں، اکثر اشعری علماء جبر کے قائل تھے۔ امام رازی نے "تفسیر کبیر" میں اس نقطہ نظر کی حمایت کی ہے اور اس کے دلائل دئے ہیں (دیکھیں علم الکلام، علامہ شبلی، ج ص ۲۷) ؎ The Human Ego-His Freedom And Immortality. P.111 ؎ ایضاً ص ۱۱۲ ؎ ایضاً ص ۱۱۳ ؎ ایضاً ص ۱۱۵ ؎ ایضاً ص ۱۱۶ ؎ ایضاً ص ۱۱۶، ۱۱۷ ؎ ایضاً ص ۱۱۸ ؎ ایضاً ص ۱۱۹ ؎ ایضاً ؎ میر تقی میر نے اس عبوری حالت کو اس شعر میں نہایت عمدگی سے بیان کیا ہے:

موت اک ماندگی کا وقفہ ہے
یعنی آگے چلیں گے دم لے کر

؎ The Human Ego-His Freedom And Immortality, P 120 ؎ ایضاً ص ۱۲۱ ؎ ایضاً ص ۱۲۱، ۱۲۲ ؎ قرآن مجید سے معلوم ہوتا ہے کہ نفس کا اتحاد جسم کے ساتھ تو ضرور ہوگا، مثلاً ایک جگہ فرمایا گیا ہے: وَاِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ (سورۂ تکویر: ۷) "اور جب جانیں (بدنوں سے) جوڑ دی جائیں گی" لیکن یہ بات واضح نہیں ہے کہ جسم کس نوع کا ہوگا۔ (مولف) ؎ The Human Ego-His Freedom And Immortality, P.123 ؎ ایضاً ؎ سیرت النبیؐ، مولانا سید سلیمان ندوی، ج ۴، ص ۷۰۰ ؎ تفصیل کے لیے دیکھیں راقم کی کتاب "ایمان و عمل کا قرآنی تصور" مطبوعہ ۱۹۸۶ء، صفحات ۲۷۳ تا ۲۸۰۔

اقبال کامل

از، مولانا عبدالسلام ندوی

اس کتاب میں علامہ اقبال کے سوانح، علمی و ادبی کارناموں کے ساتھ ساتھ فلسفہ خودی پر جامع نقد و تبصرہ کیا گیا ہے۔
قیمت ۷۵ روپے

شاہ ولی اللہؒ کا اصل نام

اور ضمیمہ تصانیف

از پروفیسر ڈاکٹر محمد یٰسین مظہر صدیقی٭

حضرت والا کا مشہور و متداول نام "ولی اللہ" ہے۔ وطنی نسبت سے دہلوی کہلاتے ہیں جب کہ مولد و منشا کے اعتبار سے پھلتی تھے لیکن اس نسبت سے معروف نہیں۔ حضرت شاہ صاحب کا اصل نام "قطب الدین احمد" بتایا جاتا ہے۔ بیشتر سوانح نگاروں نے اسی نام کو اصل قرار دیا ہے۔ اکثر نے اصل نام کی بجائے معروف ترین لقب "ولی اللہ" ہی کو اصل نام کی طرح اپنی تحریروں میں استعمال کیا ہے۔ متعدد اہل تحقیق شاہ صاحب کے اصل نام نامی کا سراغ پا گئے ہیں اور انہوں نے اس کا اظہار اپنی نگارشات میں کیا ہے لیکن "قطب الدین احمد" کے اصل نام ہونے کی شہرت اتنی زیادہ ہوگئی ہے کہ بڑے بڑے اہل علم بھی اسی کو اصل سمجھنے لگے۔ اتنی معروف و عظیم شخصیت کے اسم گرامی کے بارے میں یہ عجیب صورت کیسے پیدا ہوگئی ہے؟۔

اس کی بنیادی وجہ مشرقی روایت پرستی ہے جو بقول ابن خلدون (عبدالرحمٰن بن محمد ۸۰۸/۷۳۲-۱۴۰۶/۱۳۳۲ء) تاریخ و سوانح نگاری میں "غلط نگاری" اور "اوہام نویسی" کی ساٹ

٭ صدر شعبہ ادارہ علوم اسلامیہ و ڈائریکٹر شاہ ولی اللہ دہلویؒ ریسرچ سیل، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ۔

یں سے ایک ہے۔ شاہ ولی اللہؒ کے بنیادی سوانحی ماخذ میں کئی روایات اس باب
ں ہیں۔ مگر ان میں سے صرف ایک نوع کی روایت پر پورا انحصار کر لیا گیا اور باقی
ظر انداز کر دیا گیا اور ان کی تنقید و تحلیل نہیں کی گئی۔ متعدد اہل تحقیق نے اصل نام
حت کی اس کو قبول عام نہیں ملا۔ اس کی بڑی وجہ یہ رہی کہ "قطب الدین احمد"
و تقدس بھری روایت، پاکیزہ توجیہ اور سحر آگیں وجہ تسمیہ لگی تھی اس نے اصل کی
نے کا موقع ہی نہ دیا۔ فکر ولی اللہی کے ماہرین نے اس موضوع خاص پر کوئی
ں نہیں کیا اور "حیات ولی" میں اس بنا پر ایک علمی خلا پیدا ہو گیا۔ موجودہ مقالہ
نے اور شاہ صاحب کے اصل نام، لقب، خطاب اور ان سے متعلق تاریخی
ر کرنے کی ایک طالب علمانہ کوشش ہے۔

اللہ دہلویؒ کی حیات و سوانح کا بنیادی ماخذ ان کی اپنی تحریریں ہیں۔ ان میں
ں کی مختصر خود نوشت ہے جو "الجزء اللطیف فی ترجمۃ العبد الضعیف"
ے۔ وہ ان کی ایک بڑی کتاب "انفاس العارفین" کا آخری جزء ہے۔
عادت ثانیہ ہے کہ وہ حمد و صلوٰۃ کے بعد اپنے اصل نام یا معروف و متداول
رع کا آغاز کرتے ہیں۔ خود نوشت میں انہوں نے "ولی اللہ بن عبدالرحیم" لکھا
ب کا تجویز کردہ تاریخی نام "عظیم الدین" بھی لکھا ہے۔ ان کے علاوہ کسی
طاب کی نہ تصریح کی ہے اور نہ وجہ تسمیہ اور نہ اس کی تاریخی یا تقدیسی روایت
العارفین، اردو ترجمہ ۴-۳۰۲)

اس العارفین" میں شامل سات رسائل میں سے اولین رسالہ "بوارق الولایۃ"
روایت نقل کی ہے جو بعد میں شہرت عام اختیار کر گئی۔ یہ رسالہ ان کے

والد ماجد شاہ عبدالرحیم (م ۱۱۳۱/۱۹-۱۷۱۸ء) کے حالات، کرامات اور ملفوظات پر مشتمل ہے۔
شاہ عبدالرحیم کا بیان یوں نقل کیا ہے کہ "ایک دفعہ میں انھی (حضرت شیخ قطب الدین)
کے مزار مبارک کی زیارت کے لئے گیا۔ آپ کی روح مبارک ظاہر ہوئی اور مجھے فرمایا کہ تمہیں
ایک فرزند پیدا ہوگا۔ اس کا نام قطب الدین احمد رکھنا۔۔۔ میری پیدائش کے وقت والد
ماجد کے ذہن سے یہ واقعہ اتر گیا۔ اس لئے انہوں نے ولی اللہ نام رکھ دیا۔ کچھ عرصہ بعد جب
انہیں یہ واقعہ یاد آیا تو انہوں نے میرا دوسرا نام قطب الدین احمد رکھا۔" (انفاس العارفین ۱۰)

شاہ عبدالرحیم کی بیان کردہ بشارت اور شاہ ولی اللہ کی وضاحت سے ثابت ہوتا
ہے کہ حضرت والا کا اصل نام "ولی اللہ" تھا جو پیدائش کے بعد رکھا گیا۔ بشارت و ہدایت کے
یاد آنے کے بعد دوسرا نام "قطب الدین احمد" رکھا گیا۔ یہ دلچسپ بات بھی ہے اور اہم بھی کہ
حضرت شاہ صاحب کے اولین نام کو کوئی بھی اصل نام نہیں مانتا اور ان کے دوسرے نام کو
سب ہی نے تقریباً اصل نام مان لیا ہے۔ یہاں یہ بات بھی یاد رکھنے کی ہے کہ شاہ ولی اللہؒ کی
صرف دو روایتوں یا صراحتوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ وہ دونوں ایک دوسرے کی تائید کرنے کے
لئے صرف ایک نوع کی روایات کو بیان کرتی ہیں۔ شاہ صاحب کی اپنی تحریروں میں دوسری
روایات و تصریحات بھی ملتی ہیں۔

ولی اللہی وضاحتوں کے علاوہ دوسرا اہم ترین معاصر ماخذ شیخ محمد عاشق پھلتی (م ۱۱۸۷/
۷۷-۱۷۷۳ء) کا تحریر کردہ حیات نامہ ہے جو "القول الجلی فی ذکر آثار الولی" کا عنوان
رکھتا ہے۔ اس کتاب کے مستند ہونے کا سب سے بڑا ثبوت خود شاہ ولی اللہ کا حوالہ ہے جو
انہوں نے اپنی خود نوشت میں دیا ہے (انفاس العارفین ۴۰۴)۔ "القول الجلی" کے فارسی متن
میں شاہ صاحب کا نام لکھا ہے: "الشیخ ولی اللہ عَلَماً و قطب الدین احمد اسماً" (مطبوعہ شاہ ابو الخیر

کاڈمی، دہلی غیر مورخہ، ۳) اس کا اردو ترجمہ یوں کیا گیا ہے: "ولی اللہ علم کے اعتبار سے
قطب الدین احمد اسم کے اعتبار سے۔" (تقی انور علوی، لکھنؤ ۱۹۸۸ء، ۱۰-۹) "القول
لی" کے مولف گرامی نے "بوارق الولایہ" کی روایت کو تقریباً جوں کا توں نقل کر دیا ہے
یہ ہے کہ "حضرت خواجہ قطب الدین کاکی قدس سرہٗ کے نام کی صراحت کر دی ہے
علے کہ "قطب الدین احمد" بھی نام رکھا۔۔۔"

بعد کے سوانح نگاروں نے بوارق الولایہ اور القول الجلی کی بیان کردہ روایت کو پوری
ے اپنا لیا۔ بلکہ بعض بعض نے اپنی طرف سے اس میں گل بوٹے بھی ٹانک دئے۔ ناموں
الٹ دی یا اپنی جانب سے اضافے کر دئے۔ محمد رحیم بخش نے ولی اللہ کے نام سے
نے، اس کی توجیہ کرنے اور "قطب الدین احمد" کے دوسرے نام کی صراحت کی
ت ولی، ۳۹۵) نزہتہ الخواطر کے مولف عبدالحی حسنی نے "۔۔۔۔ قطب الدین احمد
عبدالرحیم۔۔۔" میں دونوں کو جمع کرنے کے علاوہ ان کی ترتیب الٹ دی (جلد ششم
کے فرزند گرامی قدر سید ابوالحسن علی حسنی ندوی نے اصل روایات "بوارق الولایہ"
جلی" کو اپنے انداز سے نقل کر دیا (تاریخ دعوت و عزیمت، پنجم ۹۸-۹۷) اردو
ت اسلامیہ کے دو فاضل مقالہ نگاروں محمد عطاء اللہ حنیف اور عبدالقیوم نے
ارفین، ۵۴ کے حوالے سے اس بات کو یوں پیش کیا: "۔۔۔ شاہ عبدالرحیم (والد)
تھا کہ مولود کا نام قطب الدین احمد رکھنا۔ ولادت پر والد نے قطب الدین
ہ ولی اللہ کو بھی نام کا جزو بنایا۔" (مقالہ شاہ ولی اللہ دہلوی، جلد ۲۳، ۳۹-۳۸)
دونوں ناموں کی تقدیم و تاخیر کے علاوہ ان کے زمانہ تسمیہ کی مدت کا فرق
ھا گیا ہے۔ جب کہ اوپر نام و نسب یوں بیان کیا ہے: "ولی اللہ ابوالفیاض
حمد بن ابوالفیض شاہ عبدالرحیم بن شاہ وجیہ الدین بن معظم العمری الدہلوی۔۔۔"

غلام حسین جلبانی نے "قطب الدین احمد ولد عبدالرحیم عرف شاہ ولی اللہ" لکھا ہے
(شاہ ولی اللہ کی تعلیم ۱۹) اور انگریزی میں بھی اسی کا ترجمہ کر دیا ہے Qutb-ud-Din
Ahmad b. Abdur- Rahim, generally Known as Waliyullah.....
(لائف آف شاہ ولی اللہ، ۱) ان کے پیش لفظ میں جو تصریح ہے اس کا ذکر بعد میں آتا ہے۔
جے، ایم، ایس، بلجان (بالیوں) (J.M.S. Baljon) نے شاہ صاحب کی بوارق الولایہ
کی روایت نقل کی ہے لیکن "تفہیمات" دوم ۱۵۴ کے حوالے سے لکھا ہے کہ "قطب الدین بختیار
کاکی (م ۱۲۳۶ء) نے نومولود کو قطب الدین کہنے کی ہدایت دی لیکن اللہ تعالیٰ نے
قطب الدین نام بھلا دیا۔ انہوں نے میرا نام ولی اللہ رکھ دیا۔۔۔ کیونکہ آسمانی واقعات نے
یہ اشارہ دیا تھا کہ میں اللہ تعالیٰ کی مسلسل عنایات کا مورد (متولی) رہوں گا۔" (ریلجن اینڈ
تھاٹ آف شاہ ولی اللہ دہلوی، مقدمہ، ۱) بلجان (بالیوں) کے بیان میں قطب الدین تو
موجود ہے لیکن اس کا آخری جزء احمد نہیں مذکور ہے جو "بوارق الولایہ" "القول الجلی" اور
دوسرے ہمنوا تذکرہ نگاروں کے ہاں پایا جاتا ہے۔ "التفہیمات الالٰہیہ" کے مرتب گرامی نے
سرورق کتاب پر "قطب الدین احمد المدعو بالشاہ ولی اللہ المحدث الدہلوی" لکھ کر
ترتیب ہی الٹ دی ہے (المجلس العلمی، ڈابھیل ۱۹۳۶ء)

شاہ ولی اللہ دہلوی کے سیاسی سماجی افکار پر جدید ترین تحقیقی کتاب کے مولف
محمد الغزالی نے جلبانی کا انگریزی انداز اپنایا ہے: .Qutb-Al-Din Ahmad ibn
(مقدمہ، ۳) Abd-al - Rahim, popularly Known as Shah Waliy Allah
اگرچہ ان کے ہاں روایت مشہورہ کا حوالہ نہیں شاید اس بنا پر کہ ان کی تالیف سوانحی
نہیں ہے، فکر ولی اللہی کے ایک پہلو سے بحث کرتی ہے۔ البتہ جن اہل قلم نے سوانح

ہے یا سوانح ولی سے اپنی کسی تالیف میں تعرض کیا ہے انہوں نے قطب الدین
اصل نام سمجھا مانا اور گردانا ہے۔ "انفاس العارفین" کے اردو مترجم سید
قادری کی صراحت ہے کہ "آپ کا نام نامی قطب الدین احمد ہے لیکن
نام سے زیادہ معروف ہوئے"۔ (تقدیم، ۱) پیر محمد کرم شاہ ازہری نے
... حضرت بختیار کاکی نے لڑکے کی بشارت دی اور فرمایا اس کا نام قطب الدین
پیدا ہوا تو والد ماجد یہ نام رکھنا بھول گئے۔ بعد میں یاد آنے پر قطب الدین
(مقدمہ قصیدہ اطیب النغم، ۷) بلجان (بالیوں) کی طرح اس بیان
اس نام کا جزء نہیں ہے۔

متین ہاشمی نے "انفاس العارفین" کے حوالے سے "بوارق الولایہ" کی روایت
کیا ہے (مقدمہ سطعات، ۴-۳) اے ڈی، مضطر اور فضل محمود نے اپنی
کتابوں میں اسی روایت کی پوری پیروی کرتے ہوئے قطب الدین احمد ہی کو
اصل نام مانا ہے (۳۷-۳۶ اور چار و ما بعد بالترتیب) متعدد دوسری سوانحی
کتابوں میں یہی نام بالعموم ملتا ہے۔ مثلاً محمد مظہر بقا انہیں میں سے ایک ہیں جنہوں نے
کو ایک نام بتایا ہے۔ ان کے ہاں البتہ یہ مزید صراحت ملتی ہے کہ "ولی اللہ کے
صاحب کے نام قطب الدین احمد اور عبداللہ بھی ہیں اور کنیت ابوالفیاض ہے
کے لیے "انفاس" ۴۵-۴۴، اور "تفہیمات" ج ۲ ص ۴۱۵ کا حوالہ دیا ہے۔
نے خود اپنا نام عبداللہ لکھا ہے یہ سلسلات ص ۴۳ کے حوالے سے ہے (۱۲۶)
جدید سوانح نگاروں نے اپنے قیاس سے کام لیا ہے اور اصل روایت میں یہ
ہے کہ خواجہ قطب الدین کاکی نے اپنی ہدایت میں کہا تھا کہ نومولود کا نام میرے

نام پر "قطب الدین احمد رکھنا۔ حالانکہ یہ اضافہ غلط ہے (سید ابوالحسن علی ندوی، ۹۸) : فرمایا
اس کا نام میرے نام پر قطب الدین رکھنا) کیونکہ شیخ کاکی کا اصل نام بختیار تھا اور
قطب الدین لقب، جس طرح ان کے شیخ اجمیری کا نام نامی حسن تھا اور معین الدین لقب۔
شیخ کاکی کے خلیفہ خواجہ فریدالدین گنج شکر کے لقب وخطاب سے معروف ہیں جب کہ
ان کا اصل نام مسعود ہے اور شیخ نظام الدین اولیا کا اصل نام محمد ہے۔ اسی طرح ان کے
خلیفہ حضرت نصرالدین چراغ دہلوی کا نام گرامی محمود ہے۔ یہ تمام شیوخ صوفیہ اپنے اپنے
القاب وخطابات سے زیادہ معروف ہوئے اور غلطی سے ان کو اسمائے معرفہ سمجھ لیا گیا اور
القاب کی شہرت کے سبب اصل نام تقریباً فراموش ہو گئے یا پس پردہ چلے گئے (مقالہ
چشتیہ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، لاہور)

دراصل قرون وسطیٰ میں جب تہذیبی تکلفات کا دور دورہ ہوا تو صوفیہ، علماء،
سلاطین اور دوسرے تمام اکابر کے لئے القاب وآداب اور خطابات کا سلسلہ شروع
ہو گیا۔ عباسی خلفاء نے تخت نشینی کے بعد اپنے اصل نام کے ساتھ لاحقے لگانے کا آغاز
کیا اور ابوالعباس کو السفاح سے، ابوجعفر کو المنصور سے، محمد کو المہدی سے، ہارون کو
الرشید سے اور عبداللہ کو المامون سے پکارا گیا۔ پھر "لاحقوں" کے ساتھ "سابقوں" کا
رواج پڑ گیا اور علماء وصوفیہ میں بھی اس نے اپنی جگہ بنائی کہ نام یاد رہے نہ رہے
لقب وخطاب بلکہ ان کے طول طویل سلسلے ضرور آگے پیچھے لگائے جائیں۔ ہندی سلاطین
میں ایبک کا قطب الدین، التتمش کا شمس الدین، بلبن کا غیاث الدین اور مغل حکمرانوں
میں محمد بابر کا ظہیر الدین، محمد ہمایوں کا نصیر الدین، محمد اکبر کا جلال الدین، محمد سلیم کا نور الدین،
محمد شاہجہاں کا شہاب الدین اور محمد اورنگ زیب کا محی الدین سرکاری لقب بن گیا اور

بغیر نام ادھورا سمجھا گیا۔ جوں جوں زوال و انحطاط کا زمانہ اور دھارا تیز ہوتا
بقہ کے ساتھ لاحقہ بھی لگنے لگا۔ شہاب الدین محمد شاہجہاں صاحب قران ثانی بن
الدین محمد اورنگ نے عالمگیر کا لاحقہ بڑھا لیا۔ علمائے کرام کسی سے کیوں پیچھے رہتے
نے بھی سابقہ اور لاحقہ نام سے ملانا شروع کر دیا، یا ان کے پیرؤوں نے عقیدت
یا مرتبہ علمار بڑھانے کے لئے لگا دیا۔ چنانچہ امام احمد بن عبدالحلیم کا لقب تقی الدین
رہ معروف ابن تیمیہ کی نسبت سے ہیں۔ ابن الجوزی کا نام عبدالرحمن بن علی ہے اور
ال الدین۔ حافظ ابن حجر کا نام احمد بن علی ہے مگر لقب شہاب الدین ہے۔ یہ علمار
قب سے زیادہ دوسری نسبتوں سے معروف ہیں۔ بعض کیا بہت سے علمائے کرام
عظام کے اصل ناموں پر ان کے القاب و آداب بلکہ سابقے لاحقے اتنے غالب
ا اصل نام فراموش ہو گیا یا محض زینت کتاب بن کر رہ گیا۔ مشہور مصلح جمال الدین
سب جانتے ہیں، ان کا اصل نام سید محمد بن صفدر کون جانتا ہے؟ "طبقات الشافعیہ"
رامی کو تاج الدین سبکی کے لقب سے جانا جاتا ہے مگر ان کے اصل نام عبدالوہاب کا پتہ
کو ہے۔ مشہور عالم سیوطی کا لقب جلال الدین ہے اور اسم گرامی عبدالرحمن بن ابوبکر
اکابر کی فہرست تیار کی جائے تو ایک عمدہ، دلچسپ اور تحقیقی مطالعہ ہوگا اور ساتھ ہی
ت انگیز و نصیحت آمیز ہزارہا علمار، صوفیہ، سلاطین اور اکابر ایسے ہیں جن کا نام نامی
اب اور خطابات اور سابقے لاحقے کے پردوں میں چھپا دیا گیا۔ تذکرہ و تراجم اور
کتابوں میں ان کا بیان کثرت سے ملتا ہے اور ان سے متعلق بعض تفصیلات خاصی
ر بسا اوقات عبرت انگیز ہیں۔ القاب و خطابات کا طومار دور جدید میں برابر جاری
بالخصوص ہمارے برصغیر پاک و ہند میں جہاں ان گنت حکیم الاسلام، حکیم الامت،

مفکر اسلام، متکلم اسلام، قدوۃ العلماء، زبدۃ الحکمار اور ایسے ہزارہا ہیں اور بظاہر ان میں اضافہ ہی کا یقین ہے، کمی کا ذرا بھی امکان نہیں کہ ہمارا مشرقی ذہن تقدیس و تکریم کی مبالغہ آرائی کا عادی ہے۔ وہ نام سے کم، لقب و خطاب سے زیادہ متاثر و مرعوب ہوتا ہے۔

لہذا یہ عین فطری تھا کہ حضرت احمد بن عبدالرحیم قطب الدین کے لقب اور ولی اللہ کے خطاب اور شاہ کے سابقہ سے دنیائے علم پر حکمرانی کرتے۔ حضرت موصوف کو شاہ کے لقب اول سے غالباً اسی لئے موصوف و موسوم کیا گیا کہ وہ جہان علم کے حکمراں ہیں اور علم و فضل کے ساتھ قلب و روح پر حکومت کرتے ہیں۔ شاہ اصلاً دنیاوی حکمرانوں کے لئے استعمال ہوتا ہے لیکن رفتہ رفتہ وہ جہان فقر کے فرمانرواؤں کے لئے بھی استعمال ہونے لگا اور صوفیہ کے نام کا جزء بن گیا (مقالہ "شاہ" اردو دائرہ معارف اسلامیہ) مقالہ نگار موصوف نے دنیاوی شاہوں کے لئے اس کے استعمال کا ذکر تو کیا ہے مگر جہان قلب کے فرمانرواؤں پر اس کے اطلاق سے بحث نہیں کی ہے۔ حضرت ولی اللہ دہلوی کے لئے یہ لقب جزء لاینفک بن گیا ہے کہ اب حضرت موصوف شاہ ولی اللہ یا شاہ صاحب کے لقب سے بھی زیادہ جانے جاتے ہیں۔ ان کی علمی و روحانی شاہی کا باب ابھی تحقیق طلب ہے۔

ولی اللہ لقب کی توجیہ کا ایک حوالہ اوپر بلیان (بالیوں) کے ایک بیان میں آیا ہے۔ اور جو خود شاہ صاحب کے اپنے وضاحت تسمیہ پر مبنی ہے۔ ان کے والد ماجد شاہ عبدالرحیم کو بعض غیبی اشارات اور آسمانی واقعات نے یقین دلا دیا تھا کہ نو مولود اللہ تعالی کی مسلسل عنایات اور متواتر توجہات کا مورد و مرکز ہوگا۔ وہ متولیٰ ہوگا لہذا والد ماجد نے ان کو "ولی اللہ" کہہ کر پکارا اور ان کی ولادت کے بعد اسی نام و لقب سے شہرت دی۔ وہ ایسا

د عام وخاص ہوا کہ اصل نام اس کے پردوں میں چھپ گیا"۔ انفاس العارفین"
ل "بوارق الولایہ" کی ایک روایت سے اندازہ ہوتا ہے کہ شاہ عبدالرحیم نے اپنے
قدر کو "ولی اللہ" کا لقب ان کی ولادت سے قبل ہی دیا تھا جس طرح ان کے
د کو "اہل اللہ" کے لقب سے پکارا تھا جب کہ وہ ابھی شکم مادر ہی میں نہ آئے تھے
العارفین' ۱۴۵) یہ لقب بھی اس وقت دیا گیا تھا جب کہ شاہ ولی اللہ شکم مادر
ہوسکتا ہے کہ اس کے بعد ہی یا اس سے پہلے ولی اللہ لقب دیا گیا ہو۔ بہر حال
حیرت انگیز امر ہے کہ شاہ اہل اللہ کا اصل نام بالکل معلوم نہیں وہ ابھی تک
ب ہے۔ دونوں بھائیوں کے القاب میں اللہ کے دوست ہونے کی نشانیاں
ں جیسا کہ جلبانی کا خیال ہے' یا انعامات الٰہی اور فیوض ربانی کی ان کے وجود
پر بارش پائی گئی ہو۔ بہر حال یہ حقیقت ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہ کم از کم ان کے
ور مصداق ضرور تھے۔

لی اللہ کی ایک عادت یہ ہے کہ وہ اکثر وبیشتر اپنی تصانیف میں ولی اللہ بن
فقط ولی اللہ کے نام سے بحث ومباحثہ اور موضوع کا آغاز کرتے ہیں ان کی
ت یہ بھی ہے کہ وہ ولی اللہ سے قبل "فقیر" کا سابقہ بھی زیادہ تر لگاتے ہیں۔
کے خطاب عام کے ردعمل اور اپنے ذاتی ونجی انکسار کے سبب شاہ ولی اللہ
ر ولی اللہ" اپنے آپ کو کہتے ہیں۔

ں العارفین" کے ساتوں رسالوں میں حضرت مولف نے حمد وصلوٰۃ کے بعد
ر ولی اللہ" ہی سے کیا ہے' بلکہ دوسرے رسالہ "شوارق المعرفۃ" میں
کرم شیخ ابوالرضا محمد (م ۱۱۰۱/۱۶۹۰) کے حالات کرامات وملفوظات

میں ہے اپنے آپ کو "فقیر کثیر التقصیر ولی اللہ" گردانا ہے (انفاس العارفین' ۳۵، ۱۹۲،
۳۳۱، ۳۴۷، ۳۵۸، ۳۷۴، ۴۰۳) دوسری تصانیف میں بھی "فقیر ولی اللہ" یا "ولی اللہ
بن عبدالرحیم" کے نام سے موضوع کا آغاز کیا ہے۔ "کشاف" ترجمہ "انصاف" میں "الفقیر
الی رحمۃ اللہ ولی اللہ بن عبدالرحیم" ہے (متن مع اردو ترجمہ' ۳) "فیوض الحرمین"، "عقد الجید
"فتح الخبیر" اور "ہمعات" میں ولی اللہ بن عبدالرحیم ہے۔ جب کہ "الطاف القدس" میں العمری
الدہلوی کی خاندانی ووطنی نسبتوں کا ذکر بھی ہے (۳-۲-۳، ۶، ۲، ۱، ۲ بالترتیب) مصفیٰ
میں "ولی اللہ بن عبدالرحیم العمری نسباً الدہلوی وطناً" کی صراحت کردی ہے (جلد اول ۳)
"ازالۃ الخفاء"، "ہوامع" وغیرہ میں "فقیر ولی اللہ" یا "فقیر حقیر ولی اللہ" کا حوالہ ہے۔
(ہوامع ۲، ازالہ ا بالترتیب) کہیں کہیں شاہ صاحب نے "ولی اللہ" سے قبل تصریحی
کلمہ "المدعو" بھی لکھا ہے جیسے "البدور البازغہ" میں "المدعو بولی اللہ بن عبدالرحیم" ہے۔
(بجنور ۱۳۵۴ھ' ۹) ان کی بعض دوسری تحریروں میں بھی "الفقیر ولی اللہ" کا نام آیا
ہے جیسے "رسالہ فوز الکبیر" کے ترقیمہ میں لکھا گیا ہے (مقدمہ نثار احمد فاروقی' نادر مکتوبات
حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی' ۹۸) شاہ صاحب اپنے "اجازہ ناموں" میں بھی زیادہ تر
"فقیر ولی اللہ" ہی لکھتے ہیں۔ جب شیخ [illegible] ہادی سودہروی نے اس رسالہ کی سماعت
کی تو اس کے اجازت نامے میں یہی نام لکھا (نادر مکتوبات ۹۹-۹۸) صحیح بخاری کے ایک
نسخہ کے آخر میں شیخ محمد کے لئے جو اجازت نامہ لکھا اس میں "الفقیر ولی اللہ" تحریر ہے۔
(ایضاً، ۹) بہت سے جدید اہل علم اور سوانح نگاروں نے بھی "شاہ ولی اللہ" نام
لکھنے پر اکتفا کیا ہے۔

شاہ ولی اللہ کا اصل نام "احمد" تھا جو بقول مظہر بقا ان کے والد ماجد شیخ عبدالرحیم

ا ہوا ہے۔ اگرچہ انہوں نے والد ماجد کے تسمیہ کے لئے کوئی ثبوت نہیں فراہم کیا ہے
انہوں نے اس کے لئے معاصر و قوی شہادت نہیں رقم کی۔ غلام حسین جلبانی کا یہ
ل" شاہ صاحب اپنی تصانیف میں خود کو ہمیشہ احمد کے نام ہی سے لکھتے ہیں" جزوی
صحیح ہے۔ گذشتہ سطور میں ہم دیکھ چکے ہیں کہ بہت سی تصانیف میں انہوں نے
فقیر ولی اللہ بھی لکھا ہے۔ لیکن یہ اہم بات ہے کہ انہوں نے کہیں بھی اپنا نام بطور
قطب الدین احمد" نہیں لکھا۔ اس کی وجہ صاف ہے کہ ان کا نام قطب الدین
ہیں، اصل نام" احمد" تھا اور "ولی اللہ" معروف و متداول لقب تھا اس لئے
ں کو استعمال کیا۔

ور مصنف و مولف شاہ ولی اللہ دہلوی نے اپنا نام" احمد" ایک خاص انداز
ر برتا ہے بلکہ کہنا چاہئے کہ مختلف انداز سے استعمال کیا ہے۔ ایک طریقہ یہ
احمد المدعو بولی اللہ بن عبد الرحیم" احمد جو ولی اللہ بن عبد الرحیم کے نام سے
ے (تاویل الاحادیث فی رموز قصص الانبیاء، ۳) بعض تصانیف میں" احمد
لی اللہ بن عبد الرحیم الدہلوی" تحریر فرمایا ہے (الارشاد الی مہمات الاسناد، ۲)
طریقہ میں کبھی خاندانی نسبت وطنی نسبت سے پہلے لے آئے ہیں: "احمد المعروف
عبد الرحیم العمری الدہلوی" (الدر الثمین فی مبشرات النبی الامین، ۲)
ر تصنیف" حجۃ اللہ البالغۃ" میں" احمد المدعو بولی اللہ بن عبد الرحیم لکھا ہے،
ل ۳، ۱۳ھ/۲) المکتبۃ السلفیہ لاہور، غیر مورخہ، نیز متعدد طباعتیں حضرت
د ہلوی۔ شخصیت و حکمت کا ایک تعارف" العقیدۃ الحسنۃ کے اردو ترجمہ
ادت علی خاں نے لکھا ہے: "احمد جس کو ولی اللہ بن عبد الرحیم کہتے ہیں" (مطبع

انسٹی ٹیوٹ علی گڑھ، ۳) تلاش و تفحص سے ان کی دوسری تصانیف میں بھی" احمد" نام کا
سراغ لگایا جا سکتا ہے۔ بہر حال موجودہ شواہد کی روشنی میں یہ بلا خوف تردید کہا جا سکتا
ہے کہ شاہ ولی اللہ ان کا لقب خاص و متداول ہے۔ جب کہ ان کا اصل نام نامی" احمد"
ہے۔ قطب الدین دوسرا لقب تھا لیکن وہ ان کی حیات بابرکات ہی میں زیادہ معروف
نہ ہو سکا۔

متعدد سوانح نگاروں اور فکر ولی اللہی کے ماہروں نے شاہ موصوف کے اسم
نامی" احمد" کا پتہ لگا لیا ہے۔ لہٰذا وہ اپنی تحریروں میں اسی کو اصل نام قرار دیتے ہیں اور ہر
ورق کتاب پر بعض مرتبین نے یہی نام نامی شاہ صاحب کے طریقہ معروف کے مطابق بھی
لکھا ہے۔" حجۃ البالغۃ" کے مرتبین گرامی قدر نے" امام شیخ احمد المعروف بہ شاہ ولی اللہ بن
عبد الرحیم المحدث الدہلوی" تحریر کیا ہے۔ الارشاد الی مہمات علم الاسناد" کے
مصحح و مرتب محمد عبدہ الفلاح الفیروز آبادی نے" ابو محمد احمد بن عبد الرحیم العمری المدعو
بشاہ ولی اللہ الدہلوی رحمہ اللہ" لکھا ہے اور شاہ صاحب کی کنیت" ابو محمد" کی وضاحت
حاشیہ نگار نے یوں کی ہے کہ وہ ابو محمد اس لئے ہیں کہ مولانا عبد العزیز سے پہلے
ایک فرزند پیدا ہوئے تھے جن کا نام محمد تھا، لہٰذا شاہ صاحب کی کنیت ابو محمد ہے
(سجاد پبلشرز لاہور، ۱۹۶۰ء، ۲۰) "ہمعات" کی ایک طباعت کے سرورق پر مرتب
یا ناشر نے شاہ صاحب کا نام بطور مصنف یوں لکھا ہے: "ابو الفیاض قطب الدین
احمد ولی اللہ المحدث العمری الدہلوی" (اسلامی پریس تحفہ محمدیہ، ۱) "ابو الفیاض"
شاہ صاحب کی وہ کنیت ہے جو عالم ملکوت میں ہے اور جو کشف کے ذریعہ
ان کے والد ماجد شاہ عبد الرحیم کو بتائی گئی تھی اور خود ان کی عالم ملکوتی کنیت

والفیض ہے جیسا کہ "انفاس العارفین" میں تصریح کی گئی ہے (اردو ترجمہ، ۱۸۵)
ض دوسری تصانیف شاہ کے سرورق پر مصنف گرامی کا نام "احمد" ہی لکھا گیا ہے۔
عہد جدید کے کئی مورخوں اور سوانح نگاروں نے انہیں شواہد کی بنا پر شاہ
حب کا اصل نام "احمد" ہی لکھا ہے اور قطب الدین اور ولی اللہ کو خطاب اول
وم یا القاب معروف و مشہور سے زیادہ اہمیت نہیں دی ہے۔ ان میں صدیق
خاں نے ابجد العلوم (بھوپال ۱۲۹۵ھ، ۹۱۲) میں اطہر عباس رضوی نے اپنی
ی کتاب میں (۲۱۳) غلام حسین جلبانی نے اپنی انگریزی سوانح حیات کے
لفظ میں (iii) احمد ہی نام کو اصل سمجھا ہے۔ ان تمام شہادتوں تصریحوں اور
توں سے ثابت ہوتا ہے کہ شاہ صاحب کا ایک لقب قطب الدین بھی تھا مگر
اللہ سے معروف ہوئے اور شاہ ولی اللہ کے لقب سے مشہور و زبان زد خاص
وئے۔ حقیقت میں ان کا اصل نام "احمد" تھا، جو ان کے والد ماجد شیخ عبدالرحیم
رکھا تھا اور شاید شیخ احمد سرہندی کے نام نامی پر جن سے وہ بہت متاثر تھے۔
ی تحقیق طلب بات ہے۔
خر میں یہ ضمیمہ پیش ہے جس میں شاہ صاحب کی تصانیف کے تعلق سے کچھ معلومات درج ہیں۔

(الف) زیارت حرمین سے قبل (۳۲-۱۷۰۳ء)

کہنا مشکل ہے کہ اول اول شاہ صاحب نے مطالعہ و تدریس کے بعد کب قلم پکڑا لیکن یہ طے ہے
و تعلیم کے دور اول (۳۲-۱۷۲۰ء) میں جب دوران مطالعہ و تعلیم ان پر علوم حظیرۃ القدس
شروع ہوا اور بقول ان کے ان کے ذہن و دماغ اور قلب میں نئے نئے نکات آنے
کا داعیہ پیدا ہوا اور ایسا ان کے بارہ سالہ دور تعلیم کے غالباً اواخر میں ہوا۔ اس دور کی

صرف دو تین کتابوں کا ذکر کیا گیا:

(۱) القصیدۃ اللامیۃ (عربی) جو فیوض الحرمین کے گیارہویں مشاہدہ کے ختم پر منقول ہے۔

(۲) القول الجمیل فی بیان سواء السبیل (عربی) اشغال و اعمال تصوف و سلاسل پر جس کا فیوض الحرمین کے چھتیسویں مشاہدہ میں حوالہ آیا ہے (طباعتیں: مطبعۃ الجمالیہ مصر ۱۲۹۰ھ، مطبع نظامی کانپور ۱۲۹۱ھ، ۱۳۰۷ء۔ اردو تراجم: از خرم علی بلہوری، بمبئی غیر مورخہ بعنوان "شفاء العلیل" دہلی غیر مورخہ، محمد سرور، لاہور ۱۹۴۳ء، ۱۹۹۸ء بعنوان "تصوف کے آداب و اشغال اور ان کا فلسفہ"۔

(۳) آغاز ترجمہ فارسی قرآن کریم بعنوان "فتح الرحمن"۔ یہ قرآن سے ثابت ہے کہ اس ترجمہ کا آغاز سفر حرمین سے قبل ہو چکا تھا۔ وہ متعدد مراحل میں کیا گیا اور بعد میں تکمیل پذیر ہوا۔ اس کا اولین محرک متن قرآن کے طلبہ کا تدریسی تقاضا تھا۔

(ب) قیام حرمین شریفین کا عہد (۳۲-۱۷۳۱ء)

(المقدمۃ السنیۃ فی الانتصار لفرق السنیۃ (عربی) مجدد الف ثانی کے فارسی رسالہ "ردروافض" کا ترجمہ جو شاہ صاحب نے اپنے مدنی استاد حدیث شیخ ابوطاہر کردی کی فرمائش پر کیا۔ مترجم علام نے توضیحی حواشی، تنقیدی تعلیقات دینے کے علاوہ مولف گرامی کی بعض مسامحات کا بھی ذکر کیا ہے۔ (طباعت: ابوالخیر اکیڈمی دہلی غیر مورخہ)

(ج) حرمین سے واپسی کے معاً بعد کا دور (۳۹-۱۷۳۲ء)

(۵) الدر الثمین فی مبشرات النبی الامین (عربی) رویا میں فیضان احادیث (طباعت: سہارنپور ۱۲۹۲ھ/۱۸۷۵ء، اردو ترجمہ مطبع مجتبائی دہلی ۱۸۹۹ء)

(۶) النوادر من احادیث سید الاوائل والاواخر (عربی) احادیث بروایت شیخ ابوطاہر (طباعت: سہارنپور ۱۲۹۲ھ/۱۸۷۵ء، مسلسلات کے ساتھ طبع ہوا)

(۷) المسلسلات من حدیث النبی (عربی) اسانید حدیث پر مجموعہ مروی از مشائخ
ـں (مذکورہ بالا)

(۸) اربعون حدیثاً مسلسلات بالاشراف فی غالب سندھا (عربی) مجموعہ اربعین
ت ابوطاہر کردی (مذکورہ بالا)

(۹) الارشاد الی مھمات علم الاسناد (عربی) اسانید حدیث کی اہمیت پر (طباعتیں:
احمدی دہلی ۱۳۰۷ھ/ ۱۸۸۹ء، سجاد پبلشرز لاہور ۱۹۶۰ء)

(۱۰) شرح تراجم ابواب صحیح البخاری (عربی) بقول قاسمی مولفہ در ۶-۱۱۴۵/۳-۱۷۳۲ء
ں: حیدرآباد دکن ۱۹۴۹ء اصح المطابع دہلی غیر مورخہ اور مطبع نور الانوار آرہ بہار غیر مورخہ)

(۱۱) الطاف القدس فی معارف لطائف النفس (فارسی) لطائف کی بحث اور تصوف
(طباعتیں: مطبع احمدی دہلی ۱۳۰۷ھ مع اردو ترجمہ از عبدالحمید سواتی، گوجرانوالہ ۱۹۶۴ء
ترجمہ جلبانی و ڈی پنڈل بری (D. Pendelberry) لندن ۱۹۸۴ء، بعنوان
"The Saered Knowle

(۱۲) فیوض الحرمین (عربی) فلسفہ تصوف پر رسالہ جس میں روضہ نبوی پر مراقبہ کے
ہونے والے مبشرات واکتشافات ومشاہدات کا بیان ہے۔ سفر حرمین کے معاً بعد کی
(طباعتیں: مطبع احمدی دہلی ۱۳۰۸ھ، تراجم اردو: محمد سرور لاہور ۱۹۶۷ء، نومبر ۱۹۹۶ء
شاہدات ومعارف")

(۱۳-۱۹) انفاس العارفین (فارسی/عربی) سات رسائل کا مجموعہ: (۱) بوارق الولایۃ
الرحیم کے حالات وکمالات (۲) شوارق المعرفۃ: شیخ ابوالرضا محمد کے حالات وکمالات
ت (۳) الامداد فی مآثر الاجداد: آباء واجداد شاہ کا تذکرہ (۴) النبذات الابریزیۃ فی

اللطائف العزیزیۃ: شیخ عبدالعزیز اور ان کے خاندان کے سوانح واوصاف (۵) العطیۃ الصمدیۃ
فی انفاس المحمدیۃ: شیخ محمد پھلتی کا تذکرہ (۶) انسان العین فی مشائخ الحرمین: شیوخ واساتذۂ
حرمین کا تذکرہ (۷) الجزء اللطیف فی ترجمۃ العبد الضعیف: خود نوشت سوانح عمری (طباعتیں: مطبع
مجتبائی دہلی ۱۳۳۵ھ، کراچی ۱۳۵۸ھ، اردو تراجم: از محمد فاروق قادری لاہور ۱۹۷۴ء، ۱۹۹۸ء
کتبہ الفلاح دیوبند غیر مورخہ، از محمد اصغر فاروقی لاہور ۱۹۷۰ء محمد ایوب قادری وغیرہ)

(۲۰) حجۃ اللہ البالغہ (عربی) عظیم ترین تصنیف، علم اسرار دین کا شاہکار، بے مثال علمی کارنامہ
(مولفہ در ۵۱-۱۱۴۵ھ/۳۹-۱۷۳۲ء) طباعتیں: مطبع صدیقی بریلی ۱۲۸۶ھ، بولاق مصر ۱۲۹۶ھ/
۱۸۷۷ء، ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ قاہرہ ۱۳۵۲ھ/ ۱۸۳۳ء، ملتزم الطبع والنشر دار الکتب الحدیثۃ
قاہرہ ۵۳-۱۹۵۲ء، کتاب خانہ رشیدیہ دہلی ۱۹۵۳ء وغیرہ۔ اردو تراجم: ابو محمد عبدالحق حقانی،
اصح المطابع کراچی غیر مورخہ بعنوان "نعمۃ اللہ السابغۃ"، خالد احمد اسرائیلی، کتاب خانہ اسلامی
لاہور غیر مورخہ بعنوان: "آیات اللہ الکاملۃ"، عبدالرحیم، احسن برادرز لاہور غیر مورخہ وغیرہ: انگریزی
ترجمہ مارسیا کے ہرمینسن The Conclusive (Marcia. K. Hermansen)
Argument from God ای جے برل، لائیڈن ۱۹۹۶ء (جلد اول)

(۲۱) ہمعات (فارسی) مولفہ در جمادی الثانیہ ۱۱۴۸ھ/ اکتوبر۔ نومبر ۱۷۳۵ء۔ تصوف کے
ارتقاء وتاریخ ومقاصد سلاسل پر (طباعتیں: لاہور ۱۹۴۱ء، مرتبہ قاسمی، حیدرآباد سندھ ۱۹۶۴ء
اردو تراجم: محمد سرور لاہور ۱۹۶۴ء، ۱۹۹۹ء بعنوان: "تصوف کی حقیقت اور اس کا فلسفہ تاریخ"
مکتبہ رحمانیہ دیوبند ۱۹۶۹ء)

(۲۲) الانتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ واسانید وارثی رسول اللہ (فارسی) اوراد واشغالِ
سلاسلِ تصوف، مولفہ درمیان اکتوبر۔ نومبر ۱۷۳۰ء اور ۴ اکتوبر ۱۷۴۰ء (طباعتیں: مطبع

ھ مکتبہ سلفیہ ۱۹۶۹ء (دو ابواب کی تلخیص بعنوان "اتحاف النبیہ")

ویل الاحادیث فی رموز قصص الانبیاء (عربی) قرآن مجید میں مذکور قصص

وحکم (طباعتیں: مرتبہ قاسمی حیدرآباد سندھ ۱۹۶۶ء تراجم اردو: مطبع احمدی دہلی ۱۸۹۹ء

۱ مئی ۱۹۶۶ء؛ انگریزی: جلبانی، حیدرآباد سندھ ۱۹۷۲ء بلجان بعنوان ۔ ۱۹۷۶ء A

ical Interpretation of Prophetic Tales by an I

Muslims Shah Wali Allah of Dehli'S , Tawil-al-A

یڈن ۱۹۷۳ء)

الرحمٰن فی ترجمۃ القرآن (فارسی) عظیم ترجمہ اور شاندار تفسیر قرآن کریم، آغاز

کی تاریخ ہے: عید الاضحیٰ ۱۱۵۰ھ/ ۳۱ مارچ ۱۷۳۸ء (طباعت اول: ۱۱۵۶ھ/

عتیں: مطبع ہاشمی میرٹھ ۱۲۸۵ھ/ ۱۸۶۹ء؛ مطبع فاروقی دہلی ۱۲۹۴ھ، لکھنؤ

نہ تجارت کراچی غیر مورخہ، تاج کمپنی لاہور ۱۹۸۶ء وغیرہ)

(د) تالیف کا آخری دور (۷۶ - ۱۷۴۷ء)

ب النغم فی مدح سید العرب والعجم (عربی) نعت نبوی میں قصیدہ

یہ۔ دونوں کی فارسی شرح شاہ موصوف مؤلفہ در ۲۴ ربیع الثانی ۱۱۵۶ھ/

طباعتیں: مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۰۸ھ وغیرہ، مع اردو ترجمہ از پیر محمد کرم شاہ

۱۹ء)

صیدۃ الھمزیۃ فی المدیح النبویہ (عربی) دوسرا رسالہ

خر ۱۱۴۷ھ/ اوائل ۱۷۴۵ء مع فارسی شرح مولفہ در ۱۷۶۲ء؛ مع اردو

ہ در فن ترجمہ قرآن (فارسی) "المقدمہ فی قوانین الترجمۃ" دوسرا عنوان "فتح

الرحمٰن میں شامل ہے۔ دوسرا نسخہ زیادہ مفصل ہے جو مخطوطات کی شکل میں ہے۔ اردو تراجم بھی ہوئے ہیں)

(۲۸) ہوامع (فارسی) امام شاذلی کی حزب البحر کی شرح مع متن (طباعتیں: مطبع احمدی دہلی ۱۳۰۷ھ، مطبع روزنامہ اخبار دہلی غیر مورخہ وغیرہ)

(۲۹) سطعات (فارسی) فلسفہ تصوف (طباعتیں: مطبع احمدی دہلی ۱۳۰۷ھ، کراچی ۱۹۳۹ء قاسمی حیدرآباد سندھ ۱۹۶۴ء؛ تراجم اردو: قاسمی حیدرآباد سندھ ۱۹۶۴ء؛ محمد متین ہاشمی، لاہور ۱۹۸۶ء؛ انگریزی: جلبانی حیدرآباد سندھ ۱۹۷۰ء؛ کتاب بھون دہلی ۱۹۸۱ء)

(۳۰) المسوّی من احادیث الموطاء (عربی) موطا امام مالک کی شرح مع ترتیب احادیث و فقہی استنباطات (طباعتیں: مطبع مرتضوی دہلی ۱۲۹۳ھ/ ۱۳۴۷ھ، مکہ مکرمہ غیر مورخہ حیدرآباد سندھ وغیرہ، تراجم اردو: الرحیم جلد ا، شمارہ ۵، اکتوبر ۱۹۶۳ء؛ شمارہ ۶، نومبر ۱۹۶۳ء)

(۳۱) الخیر الکثیر (عربی) فلسفہ تصوف مرتبہ شاہ محمد عاشق پھلتی در ۱۱۶۱ھ/ ۱۷۴۸ء (طباعتیں: مدینہ برقی پریس بجنور ۱۳۵۲ھ، مجلس علمی ڈابھیل ۱۳۵۴ھ؛ القاہرہ ۱۹۷۴ء؛ انگریزی: جلبانی، حیدرآباد سندھ ۱۹۷۴ء)

(۳۲) الفوز الکبیر فی اصول التفسیر (فارسی) اصول تفسیر پر عظیم رسالہ (طباعتیں: مطبع احمدی ہگلی ۱۲۴۹ھ/ ۱۸۳۴ء؛ مطبع مجتبائی دہلی ۱۸۹۸ء، مکتبہ سلفیہ لاہور ۱۹۵۱ء؛ قدیمی کتب خانہ کراچی غیر مورخہ، تراجم اردو: رشید احمد انصاری، دہلی ۱۹۶۳ء؛ محمد سالم عبداللہ کراچی غیر مورخہ لاہور غیر مورخہ، عربی: محمد اعزاز علی دیوبند، سلمان حسینی ندوی، لکھنؤ، ابو سفیان مفتاحی، مئو وغیرہ؛ انگریزی: جلبانی بعنوان The Prineiples of Quran Commentary اسلام آباد ۱۹۸۵ء)

۳۲) فتح الخبير بما لابد من حفظ علم التفسير (عربی) احادیث حضرت
س کی روشنی میں مشکل مقامات قرآن کی تفسیر (طباعتیں بالعموم بطور باب آخر
یر مطبع احمدی ہگلی ۱۲۴۹ھ/ ۱۸۳۳ء، نولکشور لکھنؤ ۱۳۱۴ء وغیرہ)

۳) قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین (فارسی) فضائل حضرات ابوبکر صدیق و عمر فاروق
مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۲۰ھ، مطبع روزنامہ اخبار دہلی ۱۸۹۹ء، مکتبہ سلفیہ ۱۹۷۶ء تراجم
ی علوی پریس لکھنؤ ۱۲۹۶ھ، مفید عام پریس آگرہ ۱۲۹۵ھ)

) صرف میر (منظوم) فارسی) فرزند شاہ عبدالعزیز مولود در ۱۱۵۹ھ/۱۷۴۶ء کی
کے لئے میر جرجانی (م ۱۴۱۳ء) کا فارسی منظوم ترجمہ، مولفہ در ۱۱۶۵ھ/۵۲-۱۷۵۱ء
مطبع محمدی لاہور ۱۲۹۳ھ)

) المقالۃ الوصیۃ فی النصیحۃ (فارسی) وصیت نامہ کے عنوان سے معروف،
ے شاگردان و متعلقین (طباعتیں: مطبع مطیع الرحمٰن دہلی ۱۲۶۸ھ، مطبع مسیحی
۱ھ)

الانصاف فی بیان اسباب الاختلاف (عربی) فقہاء کے مسلکی اختلاف پر
یں: مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۰۸ھ/۱۸۹۱ء، مطبع صدیقی بریلی ۱۳۰۷ھ، مرتبہ رشید احمد
درا ۱۹۷۱ء، مرتبہ محی الدین خطیب قاہرہ ۱۹۶۰ء، مرتبہ عبدالفتاح ابوغدہ، بیروت
راجم اردو: محمد عبداللہ بلیاوی بعنوان "کشاف" لکھنؤ ۱۸۸۶ء، محمد عبدالشکور فاروقی
ن" لکھنؤ ۱۹۱۰ء، صدرالدین اصلاحی "اختلافی مسائل میں اعتدال کی راہ" رامپور
ی مکتبہ اسلامی دہلی ۱۹۷۳ء)

قد الجید فی بیان احکام الاجتہاد والتقلید (عربی) اجتہاد و تقلید

کے امور پر رسالہ مولفہ قبل ۴ ستمبر ۱۷۵۹ء (طباعتیں: مطبع صدیقی بریلی ۱۳۰۹ھ، مکتبہ سلفیہ لاہور ۱۹۶۵ء، مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۴۴ھ/۱۹۲۵ء مع اردو ترجمہ، تراجم: بعنوان "سلک مروارید" ۱۳۱۰ھ، محمد عبدالشکور فاروقی لکھنؤ غیر مورخہ، ساجد الرحمٰن صدیقی کراچی ۱۳۷۹ھ، انگریزی: محمد داؤد رہبر (تلخیص) "مسلم ورلڈ" لنڈن، جلد ۵۵ شمارہ ۴ اکتوبر ۱۹۵۵ء)

(۳۹) لمحات (عربی) فلسفہ تصوف (طباعتیں: مرتبہ قاسمی حیدرآباد سندھ غیر مورخہ، تراجم انگریزی: جلبانی و ڈی، بی، فزائی حیدرآباد سندھ ۱۹۷۰ء لندن ۱۹۸۰ء، بعنوان Sufism and the Islamic Tradition, Lamhat and Sataat of Shah Wali Allah of Dehli

(۴۰) البدور البازغۃ (عربی) فلسفہ دین و تصوف کا قاموسی شاہکار "حجۃ اللہ البالغہ" کا توام (طباعتیں: مجلس علمی ڈابھیل ۱۳۵۴، حیدرآباد سندھ ۱۹۷۰ء، تراجم اردو قاضی مجیب الرحمٰن، لاہور ۲۰۰۰ء، انگریزی: جلبانی، اسلام آباد ۱۹۸۵ء)

(۴۱) التفہیمات الالٰہیۃ (عربی/فارسی) فلسفہ دین و تصوف پر "تفہیم" کے عنوان سے چھوٹے چھوٹے خطبات (طباعتیں: مجلس علمی ڈابھیل ۱۳۵۵ھ، مدینہ پریس بجنور ۱۹۳۶ء حیدرآباد سندھ ۱۹۷۳ء)

(۴۲) ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء (فارسی) اسلامی خلافت پر اصولی اور تاریخی مباحث، ناکمل تصنیف شاہ (طباعتیں: مطبع صدیقی بریلی ۱۲۸۶ھ/۱۸۶۹ء، سہیل اکیڈمی، لاہور ۱۹۷۶ء، قدیمی کتب خانہ غیر مورخہ جدید ترین طباعت مع تراجم اردو: محمد عبدالشکور فاروقی، انشاء اللہ، حامد الرحمٰن فاروقی، اشتیاق احمد دیوبندی، کراچی غیر مورخہ)

(۴۳) المصفّٰی (فارسی) المسوّٰی کی توام فارسی شرح موطا، مرتبہ و شائع کردہ شاہ محمد

...بعد وفات مولف علام (طباعتیں: مطبع فاروقی دہلی ۱۲۹۳ھ/۱۸۷۶ء مطبع
...۱۲۹۳ھ' محمد علی کارخانہ اسلامی کتب کراچی ۱۹۸۰ء تراجم اردو: الرحیم جلد ا،
...ر ۱۹۶۳ء (نامکمل) سید عبد اللہ مطبع احمدی کلکتہ ۱۲۹۴ھ)

اہم ثانوی کتابیں

...سنی ندوی — تاریخ دعوت وعزیمت، مجلس تحقیقات ونشریات اسلام لکھنؤ ۱۹۸۴ء جلد پنجم۔

...ری — شاہ ولی اللہ دہلوی، لاہور غیر مورخہ

...ی — شاہ ولی اللہ اینڈ ہز ٹائمز (انگریزی) کینبرا ۱۹۸۰ء

اصول فقہ اور شاہ ولی اللہ، اسلام آباد ۱۹۷۹ء

...، ایس — ریلجن اینڈ تھاٹ آف شاہ ولی اللہ دہلوی (انگریزی) لائیڈن ۱۹۸۶ء

...بن — لائف آف شاہ ولی اللہ (انگریزی) لاہور ۱۹۷۸ء۔

شاہ ولی اللہ کی تعلیم لاہور ۱۹۹۹ء۔

...ولانا — شاہ ولی اللہ اور ان کا فلسفہ لاہور ۱۹۹۸ء۔

شاہ ولی اللہ اور ان کی سیاسی تحریک' لاہور ۱۹۷۰ء

شاہ ولی اللہ اور قرآن وحدیث' دہلی، غیر مورخہ

...ن مولانا — تذکرہ حضرت شاہ ولی اللہ، نفیس اکیڈمی' حیدرآباد ۱۹۴۸ء

حیات ولی' مکتبہ طیبہ' لاہور ۱۹۷۲ء

شاہ ولی اللہ: اے سینٹ اسکالر آف مسلم انڈیا، اسلام آباد، ۱۹۶۹ء

...دم) — شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، کانپور ۱۹۶۷ء

معارف کی ڈاک

علی گڑھ کا اقلیتی کردار کاروانِ زندگی حصہ اول میں ایک سہو اور مولانا فراہیؒ سے علامہ شبلیؒ کا استفادہ

کاشانہ ادب' سکٹا دیوراج
ڈاکخانہ بسوریا وایا لوریا ضلع مغربی چمپارن

۸/ستمبر ۲۰۰۱ء

مخدومی السلام علیکم

امید ہے آپ بہمہ وجوہ بخیر ہوں گے۔

۱۔ خوشی کا مقام ہے کہ معارف معنوی خوبیوں کے ساتھ ظاہری حسن سے بھی آراستہ ہوکر منظر عام پر آنے لگا ہے۔ اگست ۲۰۰۱ء کا معارف بڑا دیدہ زیب ہے، اس کی سادگی بھی دل کشی کی آئینہ دار ہے۔ شذرات میں علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے اقلیتی و تعلیمی کردار کو ختم کردئے جانے کے سلسلے میں مرکزی حکومت کے عزائم پر آپ نے بڑی جرأت اور دردمندی کے ساتھ اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے۔ آزاد ہندوستان میں مسلمانوں کی اعلیٰ عصری دانش گاہ لے دے کے ایک مسلم یونیورسٹی رہ گئی ہے۔ اگر اس میں بھی دلت اور پس ماندہ طبقوں کے لئے ریزرویشن کی پالیسی نافذ کر دی گئی تو مسلمانوں کا بڑا نقصان ہوگا۔ بلکہ حکومت کا یہ عمل مسلمانوں کی تعلیمی پس ماندگی پر آخری کیل ٹھونکنے کا مترادف ہوگا۔

دی کے بعد خواہ وہ کانگریس کی مرکزی حکومت ہو یا این ڈی اے کی سرکار،
نگاہ میں مسلم یونیورسٹی کا اقلیتی کردار کانٹوں کی طرح کھٹکتا رہا ہے۔ خون جگر
سرسید کا یہ شاداب چمن کئی بار طوفان حوادث کی زد میں آیا، لیکن تعصب و
تیز آندھیاں اب تک اس کو نذر خزاں نہیں کر سکیں۔ آئندہ بھی انشاء اللہ
فاظت فرمائے گا۔

ں چند اور باتوں کی طرف توجہ دلاؤں گا۔

مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کی خود نوشت سوانح حیات کاروان زندگی
یک سہو کی طرف اشارہ کرنا چاہتا ہوں۔ حضرت مولاناؒ "علامہ اقبال
ت" کے زیر عنوان رقم طراز ہیں:

سان ۱۳۵۶ھ ۲۲ نومبر ۱۹۳۶ء کو مولانا سید طلحہ صاحب کی معیت میں علامہ مرحوم
یں حاضر ہوا۔ اس موقع پر میرے عزیز بھائی سید ابراہیم حسنی بھی ساتھ تھے
شست رہی "دل را بہ دل راہیست" معلوم نہیں کیا بات ہے کہ علامہ مرحوم نے
ریقہ پر بڑا وقت دیا۔ باوجود علالت کے [جو آخری علالت ثابت ہوئی] ان کی
س اول سے آخر تک بڑا انبساط اور شگفتگی رہی۔ ان کو طویل مرض کی نقاہت
ں کے خادم خاص علی بخش چاہتے تھے کہ یہ مجلس برخاست ہو اور وہ آرام کریں
ئی مرتبہ آکر درخواست کی، مگر ہر مرتبہ علامہ مرحوم نے اس کو نظر انداز کیا
یں منہمک رہے، اس موقع پر مولانا مدنیؒ کا تذکرہ بھی آیا، میں نے مولانا کی
ر صفائی میں کچھ عرض کیا، عجیب بات ہے کہ ڈاکٹر صاحب جو قومیت متحدہ
ے کچھ عرصہ پہلے اپنے مشہور شعر کہہ چکے تھے، سن کر خاموش ہوگئے اور کوئی

لفظ تنقید کا نہیں فرمایا۔" (کاروان زندگی حصہ اول ایڈیشن ۱۹۸۳ء، ص ۱۷۸)

مولانا علی میاں صاحبؒ نے علامہ اقبالؒ سے اپنی ۲۲ نومبر ۱۹۳۶ء کی ملاقات میں حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ سے علامہ اقبالؒ کے جس اختلاف کا ذکر کیا ہے وہ اختلاف ۲۲ نومبر ۱۹۳۶ء سے پہلے پیش نہیں آیا تھا بلکہ وہ اختلاف ۸ جنوری ۱۹۳۸ء کی شب میں دہلی میں مولانا مدنی علیہ الرحمہ کی ایک تقریر کے بعد پیش آیا۔ پروفیسر سلیم چشتی لکھتے ہیں:

"۸ جنوری ۱۹۳۸ء کی شب میں حضرت اقدس مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے صدر بازار دہلی متصل پل بنگش ایک جلسے میں تقریر فرمائی جس کا بڑا حصہ ۹ جنوری کے تیج اور انصاری دہلی میں شائع ہوا۔ چند روز کے بعد الامان اور وحدت دہلی نے قطع و برید کے بعد اپنے صفحات میں جگہ دی، ان پرچوں سے زمیندار اور انقلاب لاہور نے اس تقریر کو نقل کیا اور یہ جملے حضرت اقدسؒ کی طرف منسوب کردیے کہ حسین احمد مدنی دیوبندی نے مسلمانوں کو یہ مشورہ دیا ہے کہ چوں کہ اس زمانے میں قومیں اوطان سے بنتی ہیں، مذہب سے نہیں بنتیں، اس لیے مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اپنی قومیت کی بنیاد وطن کو بنائیں (او کما قال)

جب یہ اخباری اطلاع اقبال کے کان میں پڑی تو انھوں نے حضرت اقدس قدس سرہ العزیز سے استفسار کیے بغیر تین اشعار سپرد قلم کردیے۔"

(ماہنامہ الرشید پاکستان، مدنی و اقبال نمبر ص ۳۶۴)

عبدالمجید سالک لکھتے ہیں:

"۱۹۳۸ء کے آغاز میں کہیں مولانا حسین احمد مدنیؒ نے ایک تقریر میں کہہ دیا کہ "اس زمانے میں قومیں اوطان سے بنتی ہیں" اس کی تفصیل یوپی کے بعض اخباروں میں

ائع ہوئی اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مولانا نے مسلمانوں کو جدید نظریہ وطنیت اختیار
نے کا مشورہ دیا ہے جس میں مذہب ثانوی درجہ اختیار کر لیتا ہے۔ چونکہ علامہ اقبال
بھر وطنیت کے اس تصور کے خلاف جہاد کرتے رہے اس لئے انہیں مولانا حسین احمد
ء کے فقرے سے بے حد صدمہ ہوا اور انہوں نے وہ تین اشعار لکھ دئے جو زبان
ام ہیں لیکن اس کے بعد جب مولانا حسین احمد مدنی نے ایک اخباری مضمون میں
وقف واضح کر دیا تو علامہؒ نے بھی اس عذر کی تلافی کر دی جو ان کے طنز سے بعض
ک پہنچ گیا تھا۔" (ذکر اقبال ص ۲۵۹، ۲۶۰)

وری ۱۹۹۲ء کو میں نے اپنے ایک خط میں کاروان زندگی جلد اول کے درج بالا
مولانا علی میاں صاحبؒ کی توجہ دلائی تھی۔ غالباً انہیں دنوں یا کچھ عرصہ پہلے ماہنامہ
دہلی) کے ایک شمارے میں حضرت مولانا حمید الدین فراہیؒ پر منعقدہ ایک
رٹ شائع ہوئی تھی جس میں ایک صاحب علم کی طرف سے اس خیال کا اظہار
نی آیات کی تفسیر اور شرح معانی میں مولانا شبلی نعمانیؒ نے مولانا فراہیؒ سے
ما۔ علامہ شبلیؒ مولانا فراہیؒ کے جلیل القدر استاد تھے اس لئے علم تفسیر
یؒ سے علامہ شبلیؒ جیسے اسلامی علوم کے نابغۂ روزگار کی طرف استفادے
میرے نزدیک علامہ شبلیؒ کی توہین شان کے مترادف تھا۔ کیوں کہ کسی
ئی مستند علمی شخصیت اگر اپنے کسی مایہ ناز شاگرد کا بھی نقطہ نظر معلوم کرنا
ستفادہ نہیں کہا جاتا۔ لگ بھگ انہیں دنوں رسالہ مریخ پٹنہ کے کسی
اکیڈمی کے خلاف پروفیسر عبدالمغنی صاحب کا ایک دل آزار مضمون
یں یہ الزام عائد کیا گیا تھا کہ شبلی اکیڈمی کے ترجمان معارف میں اب علامہ

شبلیؒ کی خدمات کے اعتراف اور اظہار کمال سے صرف نظر کیا جا رہا ہے۔ چنانچہ میں نے اپنے خط میں مولانا علی میاں صاحب کی توجہ ان امور کی طرف بھی دلائی اور ان سے دریافت کرنا چاہا کہ کیا واقعی قرآنی آیات کی تفسیر میں علامہ شبلی نعمانیؒ نے مولانا فراہیؒ سے استفادہ کیا تھا۔ حضرت مولانا علی میاں صاحبؒ نے میرے نام اپنے ۲۵ فروری ۱۹۹۲ء کے مکتوب میں تحریر فرمایا:

"عنایت نامہ مورخہ ۱ فروری رائے بریلی کے پتہ پر ہونے کی وجہ سے مجھے تاخیر سے ملا۔ خط پڑھ کر آپ کی شرافت نفس اور خادمین علم و دین کے بارے میں غیرت و ذکاوت حس سے خوشی ہوئی۔ اس خط کا مفصل جواب دینا اس وقت سفر کے قرب اور صحت کی کمزوری کی وجہ سے ممکن نہیں۔ اطلاعاً تحریر ہے کہ ۲۹ فروری کو پٹنہ کے لئے روانہ ہو رہا ہوں، یکم مارچ کو انشاء اللہ وہاں رہوں گا۔ ڈاکٹر احمد عبدالحئی صاحب کے یہاں اگزبیشن روڈ پر قیام رہے گا لیکن آپ کا پتہ دیکھا تو معلوم ہوا کہ آپ پٹنہ سے بہت دور ہیں، اس لئے ملنے کی امید نہیں۔ بہتر ہے کہ آپ اس موضوع پر مولانا ضیاء الدین صاحب اصلاحی ناظم دارالمصنفین سے خط و کتابت کریں، جہاں تک ندوۃ العلماء اور اس کے ترجمان ... کی اور کتابوں کا تعلق ہے ان میں اظہار کمال اور اعتراف خدمات کی کوشش کی جاتی ہے، دارالعلوم ندوۃ العلماء کا عظیم کتب خانہ انہیں (علامہ شبلی) کے نام سے موسوم ہے، باقی کچھ ملاقات (ہونے) پر عرض کیا جا سکتا ہے۔"

درج بالا مکتوب مجھے بروقت مل گیا۔ میں یکم مارچ ۱۹۹۲ء کو پٹنہ پہنچ گیا اور عبدالحئی کیلکس میں حضرت مولانا ابوالحسن علی ندویؒ سے ملاقات کا شرف بھی حاصل کیا اور کاروان

زندگی کے درج بالا سہو کی طرف ان کی توجہ مبذول کرائی، مولانا نے فرمایا آیندہ اس کی تصحیح کردی جائے گی۔ تفسیر میں مولانا فراہیؒ سے مولانا شبلیؒ کے استفادے کے بارے میں استفسار کیا تو حضرت مولاناؒ نے فرمایا :

"یہ خیال غلط ہے۔ دیگر اسلامی علوم کی طرح علم تفسیر میں بھی علامہ شبلی کی نظر عمیق تھی، بلکہ واقعہ تو یہ ہے کہ مولانا حمید الدین فراہی کو علامہ شبلی نے قلم پکڑنا سکھایا"۔

حضرت مولانا علی میاں علیہ الرحمہ کی وفات کے بعد ادھر کاروان زندگی جلد اول مطبوعہ ۱۹۹۴ء کے دیکھنے کا موقع ملا۔ اس میں مذکورہ سہو کی تصحیح نہیں کی گئی ہے اس لئے معارف کے توسط سے سہو مذکور کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں، اس امید کے ساتھ کہ وہ ارباب علم جن کو کاروان زندگی جلد اول کی اشاعت کا حق حاصل ہے وہ آیندہ ایڈیشن میں درج بالا سہو کی نشاندہی کرکے اس کی تصحیح کردیں گے۔ والسلام

نیاز مند : وارث ریاضی

معارف : علامہ شبلیؒ سے مولانا حمید الدین فراہیؒ کا تلمذ مسلم ہے مولانا سید سلیمان ندویؒ تحریر فرماتے ہیں "اس زمانہ (۱۸۸۲ء) میں مولانا جن لوگوں کو پڑھاتے رہے، ان میں سب سے اول اور بڑا نام خود مولانا کے ماموں زاد بھائی مولانا حمید الدین صاحب مرحوم کا ہے، جو عمر میں مولانا سے سات آٹھ برس چھوٹے تھے (حیات شبلی ص ۹۷ طبع سوم ۱۹۷۹ء معارف پریس، اعظم گڈھ)

مکاتیب شبلی حصہ دوم کے حاشیے میں رقم طراز ہیں "مولانا حمید الدین صاحب مرحوم مولانا مرحوم کے ماموں زاد بھائی اور تمام تر ان کی تعلیم کے نمونہ اور ان کے شاگرد تھے"۔ (ص ۱ طبع اول ۱۹۱۷ء معارف پریس اعظم گڈھ)

علامہ شبلی کی پیدائش ۴ جون ۱۸۵۷ء کو ہوئی اور مولانا فراہیؒ (بلا تعیین ماہ) ۱۸۶۲ء میں پیدا ہوئے اس لئے سات آٹھ برس تو نہیں ۵ برس یا اس سے چند ماہ زیادہ چھوٹے تھے۔

مولانا فراہی قرآنیات کے متبحر عالم تھے، اس میں ان کی فضیلت و عظمت کا اعتراف علامہ شبلی کو بھی تھا اور وہ قرآنی مشکلات میں ان سے حل کے طالب ہوتے تھے، خطوط لکھ کر ان سے استفسار و تحقیق فرماتے تھے، اس کی متعدد مثالیں مولانا فراہیؒ کے نام خطوط میں موجود ہیں جن کو نقل کرنا موجب طوالت ہے، ایک خط کا یہ فقرہ ملاحظہ ہو "بعض مباحث ایسے پیش آجاتے ہیں کہ تم سے استفسار و تحقیق کی ضرورت پیش آتی ہے" (مکاتیب شبلی حصہ دوم ص ۳۶)

بائبل، عرب جاہلیت کی شاعری اور انگریزی کے مصادر وغیرہ کو بھی ان سے دریافت فرماتے تھے، ایک گرامی نامہ میں لکھتے ہیں "ہاں دین حنیفی جو اسلام سے پہلے بھی تھا اور زید وغیرہ اس کے پیرو تھے، اس کا پتہ کہیں جاہلیت کی صحیح شاعری میں بھی ہے یا کسی اور مستند کتاب میں بھی"۔ (ایضاً ص ۳۸)

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ علامہ شبلی قرآن مجید میں ان کی دقت نظر اور اصابت رائے کے نہایت معترف تھے اور ان سے مشکلات میں تحقیق و استفسار فرماتے تھے، مولانا سید سلیمان ندویؒ لکھتے ہیں :

"ان کی فارسی سخن سنجی، نکتہ آفرینی اور آخر میں ان کی قرآن فہمی کے بے حد معترف تھے، مسائل کی تحقیق میں ان سے مشورے کرتے تھے، ان کے فارسی کلام کی نسبت کہتے تھے کہ یہ زبان ہے ۔۔۔" (حیات شبلی ص ۸۱)

اس کے باوجود اس کے لئے استفادہ کا لفظ مناسب نہیں، علامہ نے خود اس کے لئے

استفسار و تحقیق اور سید صاحبؒ نے مشورہ کا لفظ استعمال کیا ہے جو بہترین تعبیر ہے اس کے مقابلے میں مولانا ابوالحسن علی میاںؒ نے جو کچھ فرمایا وہ بھی عجیب اور نامناسب نیز واقعہ کی اچھی تعبیر نہیں، انہوں نے کئی جگہ خود لکھا ہے کہ کسی شاگرد کا اپنے استاد سے آگے ہوجانا عجیب اور غیر متوقع نہیں، اس لیے قرآن فہمی، عربیت اور انگریزی دانی میں مولانا حمید الدین کے فائق ہونے میں تامل نہیں ہونا چاہیے۔

مولانا حمید الدین فراہیؒ کے فضل و کمال اور علم و قابلیت کے علامہ شبلی اس درجہ معترف تھے کہ ان کی کتابوں پر الندوہ میں ریویو لکھتے، ان کی تلخیص کرکے شائع کرتے اور ان کے مباحث کا تعارف کراکے ان کی خصوصیات نمایاں کرتے، چنانچہ نظم القرآن اور جمہرۃ البلاغۃ کے عنوان سے الندوہ میں ان کا جو مضمون شائع ہوا تھا وہ بعد میں مقالات شبلی جلد دوم میں بھی چھپا، اس میں بھی علامہ شبلیؒ نے مولانا فراہیؒ کی بے نظیر تصنیف جمہرۃ البلاغۃ سے جو اقتباسات نقل کئے تھے اور ان کے جن خیالات کی تحسین و تصویب فرمائی تھی ان کو پروفیسر عبدالمغنی نے مولانا فراہیؒ کے بجائے خود علامہ شبلی کے خیالات باور کرلئے اور اپنے ایک مضمون "علامہ شبلی کی تنقید نگاری" میں جو معارف کے دو نمبروں میں شائع ہوا، علامہ شبلی کی طرف منسوب کرکے ان کی تنقیدی بصیرت اور ژرف نگاہی کے ثبوت میں پیش کیا۔

اتفاق سے اڈیٹر (راقم) کی چوک سے یہ مضمون جب معارف میں شائع ہوا تو ڈاکٹر محمد اجمل ایوب اصلاحی استاذ جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ نے پروفیسر عبدالمغنی کی غلط فہمی کے ازالے اور ان کے مضمون کی تردید میں ایک مقالہ لکھا، ان کے مقالے کا عبدالمغنی صاحب نے جو جواب لکھا اس میں نفس مسئلہ سے تعرض کرنے کے بجائے غیر متعلق مباحث چھیڑ دئے اور رکیک انداز میں مضمون نگار کو طنز و استخفاف کا نشانہ بنایا، میں نے ان کو خط لکھا کہ آپ اصل مسئلے تک بحث کو محدود رکھ کر اعتراض کا جواب دیں تو اسے ضرور شائع کیا جائے گا مگر

آپ کا یہ جواب نہیں شائع ہوسکے گا، اس کے بعد انہوں نے مجھے کئی خطوط لکھے مگر میں نے خاموشی اختیار کرلی آگے انہوں نے مولانا علی میاں اور بعض دوسرے حضرات کو خطوط لکھے اور ان سے مجھ پر دباؤ ڈالنے کی کوشش کی، مولانا ابوالحسن علی ندویؒ نے مجھ سے بالمشافہ دریافت فرمایا، الحمدللہ وہ میرے فیصلے اور جواب سے مطمئن ہوگئے۔

جب عبدالمغنی صاحب ہر طرف سے تھک ہار گئے تو انہوں نے اپنے رسالہ مریخ کا سہارا لیا اور اس کی بلندی سے اپنا جوہر دکھانا شروع کیا۔ جس کا تذکرہ آپ نے اپنے گرامی نامہ میں فرمایا ہے۔

ہندوؤں کی علمی و تعلیمی ترقی میں مسلمان حکمرانوں کی کوششیں

علامہ سید سلیمان ندویؒ نے بہت عرصہ قبل "ہندوؤں کی علمی و تعلیمی ترقی میں مسلمان حکمرانوں کی کوششیں" کے عنوان سے ایک بڑا معرکۃ الآرا مضمون ماہنامہ معارف (اعظم گڑھ) میں تحریر فرمایا تھا جو مئی۔ دسمبر ۱۹۱۸ء میں قسط وار شائع ہوا، اس کی اہمیت و افادیت کے پیش نظر خدا بخش لائبریری نے اسے کتابی صورت میں شائع کردیا ہے اور جلد ہی اس کا انگریزی اور ہندی ترجمہ بھی شائع کرے گی۔

اس مضمون میں سید صاحبؒ نے تاریخی شواہد کی روشنی میں یہ ثابت کیا ہے کہ ہندوستان میں علم و ہنر کی جتنی ترقی ہوئی اور ہندوؤں میں جو رواداری اور وسیع الخیالی پیدا ہوئی اس کا تمام تر سہرا مسلمانوں کے سر ہے۔ ان کے ربط و ضبط اور میل ملاپ سے ہندوؤں کے خیالات میں تغیر آیا۔ وہ مسلم سلاطین کے دربار سے وابستہ ہوئے اور درباروں میں مسلمان ارباب کمال کے پہلو بہ پہلو بیٹھنے لگے۔ یہی بے تعصبی ہندوؤں کی موجودہ ترقی کا زینہ بنی۔

مسلمانوں سے پہلے ہندو دھرم کے مطابق تعلیم ہندوؤں کے ایک مخصوص طبقہ تک محدود تھی اور برہمنوں کے علاوہ ہندوؤں کے دیگر طبقوں کو تعلیم حاصل کرنے کی مطلق اجازت نہیں تھی لیکن مسلمانوں نے ہندوستان آکر تعلیم کو ہندوؤں کے ہر طبقہ تک عام کردیا۔ اس کی اور خصوصیات کا اندازہ مطالعہ کے بعد ہی ہوسکتا ہے، یہ مفید کتاب دارالمصنفین شبلی اکیڈمی سے بھی حاصل کی جاسکتی ہے۔

صفحات ۸۲، قیمت ۵۰ روپے۔

طبوعات جدیدہ

عبدالسلام ندوی کی ادبی خدمات

از جناب ڈاکٹر شباب الدین، متوسط تقطیع، عمدہ کاغذ و کتابت و طباعت، مجلد مع گرد پوش، صفحات ۳۲۴، قیمت ۱۵۰ روپے

پتہ: ایجوکیشنل بک ہاؤس، مسلم یونیورسٹی مارکیٹ، علی گڑھ۔

علامہ شبلیؒ کے فیض یافتگان میں مولانا عبدالسلام ندوی کا نام اس لحاظ سے سب سے نمایاں ہے
ں نے موضوعات کے انتخاب اور اسلوب نگارش میں علامہ مرحوم کا کامل تتبع کیا،
فین کی تاسیس و استحکام کی تاریخ مولانا سید سلیمان ندوی اور مولانا عبدالسلام ندوی
امین ہمامین کی خدمات سے عبارت ہے، مگر افسوس ہے کہ مولانا پر ابھی تک کوئی
تصنیف نہیں شائع ہوئی تھی، زیر نظر کتاب میں مولانا کے سوانح کو یکجا اور ان کی
ت اور ادبی خدمات کا جائزہ لیا گیا ہے، ڈاکٹریٹ کی سند کی ضرورت نے لائق مصنف
اہم خدمت کی توفیق دی اور انہوں نے مولانا کی شخصیت کے متعلق متفرق معلومات
سے مرتب کرکے اقبال کامل، شعر الہند اور مقالات عبدالسلام کی ادبی حیثیت و
پر عمدہ بحث کی، مولانا کے سوانح کے لئے قریب سوا سو صفحات خاص کئے گئے ہیں،
خاندان، تعلیم، ندوہ، الہلال اور دارالمصنفین سے تعلق کے سلسلے میں معلوم مصادر کے
زبانی روایتوں سے بھی استفادہ کیا گیا، اس قسم کے مقالات میں عموماً ذاتی خیالات
ت کی گنجائش کم رہتی ہے تاہم لائق مصنف نے جا بجا اپنے احساسات کے اظہار سے
ں کیا ہے، البتہ فرط عقیدت میں جرات اظہار کہیں کہیں حد اعتدال سے متجاوز بھی نظر

آتی ہے، مثلاً ایک جگہ لکھا گیا کہ "شہرت و عزت کس کے حصے میں آتی ہے اس سے ان کو غرض نہ تھی"، اس تاثر کے بعد جس مشن کی تکمیل کا ذکر کیا گیا ہے حق یہ ہے کہ دوسرے بھی اس میں اسی درجہ شریک و سہیم ثابت کئے جاسکتے ہیں۔" دارالمصنفین کے اندر جو ہوتا رہا اس کو بھی خاموشی سے گوارا کرتے رہے"، اس جملہ کا اجمال تحقیق کے اور بنیادی تقاضوں کا طالب ہے، شاہ معین الدین احمد ندوی اور سید صباح الدین عبدالرحمٰن کی تحریروں کے متعلق یہ کہنا کہ "اس میں مولانا کا ہر ہنر تفریح بن کر سامنے آتا ہے" یا یہ کہ یہ محض خیالی اور ڈرامہ ہیں اور پھر یہ بھی کہنا کہ "ہم یہ طے کرنے سے قاصر ہیں کہ یہ کس حد تک مستند ہیں"، یہ تضاد بیان کا مظہر ہے۔ مولانا عبدالسلام ندوی مرحوم کی قناعت اور بے نیازی کی خوبیاں مشہور ہیں لیکن ان کے اثبات کے لئے کیا یہ ضروری ہے کہ دوسروں کو حریص اور دنیا دار باور کرایا جائے، اس باب میں ایسے کئی اور سخت مقام ہیں جہاں دیانت داری اور غیر جانب داری جیسے تحقیقی عناصر کی پامالی کا احساس ہوتا ہے، کتاب کا دوسرا حصہ مولانا مرحوم کی ادبی نگارشات کے تجزیے اور تبصرے پر مشتمل ہے جو جامعات کے تحقیقی سطح کے عین مطابق ہے، حرف آغاز میں لکھا گیا کہ "مولانا نے علوم و فنون کی تقریباً تمام شاخوں باستثنائے طب و ریاضی پر اپنی تحریریں یادگار چھوڑیں" یہ صحیح نہیں، اسلامی طب کی تاریخ پر مولانا کا ایک عمدہ مقالہ معارف میں دو قسطوں میں شائع ہو چکا ہے، جس کا ذکر خود کتاب کے اس ضمیمہ میں ہے جو مولانا کے مضامین کا عمدہ اشاریہ ہے، اس کے علاوہ حکمائے اسلام میں بھی بعض فلسفی طبیبوں کا ذکر ہے۔

ماکان و مایکون

از جناب اسرار عالم، متوسط تقطیع، عمدہ کاغذ و طباعت، صفحات ۱۹۹، قیمت ۵۰ روپے، پتہ: دانش بک ڈسٹری بیوٹر، ۳۹/۲-۱۷، نیو کوہ نور ہوٹل، پٹودی ہاؤس، دریا گنج نئی دہلی۔

اس کتاب کے فاضل مصنف نے عالم اسلام کی روحانی، اخلاقی، اقتصادی اور سیاسی صورت حال کے نام سے کئی کتابیں لکھی ہیں، ان میں بعض کا ذکر ان صفحات میں آچکا ہے، زیر نظر کتاب بھی اسی سلسلے کی کڑی ہے، جس میں یہ تصور کارفرما ہے کہ امت مسلمہ ہی وہ واحد ملت ہے جسے ماضی، حال اور مستقبل (ماکان ومایکون) کے علم کی کلید عطا کی گئی لیکن اب وہ خود اس سے ناواقف ہے، اس احساس کے تحت اس کتاب کے متعلق کہا گیا کہ اس میں اس صورت حال کا جائزہ لے کر صحیح زاویۂ نگاہ سے آئندہ کے لئے خطوط کار کی نشاندہی کی کوشش کی گئی ہے اور اس سلسلے میں عالم اسلام کی منصبی و مقصدی صورت حال کو موضوع بحث بنایا گیا ہے، چنانچہ زلزلۂ دجال، ادراک کائنات، نظریہ برائے کائنات، نظریہ کائنات، اسلام کا نظریہ کائنات، کائنات کا ربانی منصوبہ، کائنات امر اور کائنات خلق کی ذیلی سرخیوں کے تحت بحث کی گئی ہے، اندازہ ہوتا ہے کہ اس کے لئے مختلف مذاہب اور فلسفوں کا دقت نظر سے مطالعہ کیا گیا ہے، مصنف کو احساس ہے کہ یہ عنوان بے حد وسیع متعدد الابعاد، پیچیدہ اور نازک ہے، شاید اسی وجہ سے مباحث میں بھی اغلاق، ابہام اور ژولیدگی کا احساس ہوتا ہے، عربی اور انگریزی کی نامانوس اور مغلق اصطلاحوں کی کثرت نے اسلوب کی روانی کو بھی بہت متاثر کیا ہے، پیچیدہ فلسفیانہ خیالات اس پر مستزاد ہیں، انفاقی انکشافی طریقے، جبر محدودیت، معرفی طریقہ، کیفیت اعتبار، وجودی معائرت، چار محاور تنزلات سابق اور سلسلۂ اعتبار ثلاثہ جیسی سرخیوں سے اس کیفیت کا اندازہ ہوسکتا ہے۔ کتاب صرف خواص کے کام کی ہے۔

آئینہ ہجری: مرتبہ جناب سید نورالدین احمد، قیمت ۲۵ روپے، پتہ: مکان نمبر ۴/۲۰۰/۱۰۳، محلہ بشیر گنج کانپور، یوپی۔

تیس صفحات پر مشتمل یہ رسالہ ایک جدید، مفید اور آسان تقویم ہے جس میں کوشش کی گئی ہے کہ ہجری کی تاریخوں کو جدید انگریزی تقویم کے ساتھ تلاش کر لیا جائے۔ ع۔ص۔

تصانیف سید صباح الدین عبدالرحمٰن

☆ بزم تیموریہ: اس میں ہندوستان کے تیموری سلاطین کی علم دوستی و علم پروری کی تفصیل عہد بہ عہد ذکر کی گئی ہے۔ قیمت جلد اول: ۵۰ روپے جلد دوم ۵۰ روپے سوم ۵۶ روپے

☆ بزم صوفیہ: مشائخ صوفیہ کا تذکرہ اور ان کی مستند سوانح عمری۔ قیمت: ۱۱۵ روپے

☆ اسلام میں مذہبی رواداری: قیمت: ۶۵ روپے

☆ ہندوستان کے مسلمان حکمرانوں کی مذہبی رواداری: حصہ اول: ۳۰ روپے، دوم: ۳۸ روپے۔ سوم: ۵۶ روپے

☆ ہندوستان کے مسلمان حکمرانوں کے تمدنی جلوے: سلاطین ہند کی معاشرتی و تہذیبی زندگی کی مرقع آرائی کی گئی ہے۔ قیمت: ۸۰ روپے

☆ ہندوستان کے سلاطین علماء و مشائخ کے تعلقات پر ایک نظر: قیمت ۳۵ روپے

☆ عہد مغلیہ میں ہندوستان سے محبت و شیفتگی کے جذبات: قیمت ۴۰ روپے

☆ ہندوستان امیر خسرو کی نظر میں: قیمت: ۲۵ روپے

☆ حضرت خواجہ معین الدین چشتی: قیمت: ۱۰ روپے

☆ حضرت ابوالحسن ہجویری: قیمت: ۵ روپے

☆ مولانا شبلی نعمانی پر ایک نظر: قیمت: ۱۵ روپے

☆ محمد علی کی یاد میں: قیمت ۳۵ روپے

☆ بزم رفتگاں: جلد اول: زیر طبع، جلد دوم: ۳۵ روپے

☆ غالب مدح و قدح کی روشنی میں: جلد اول: زیر طبع جلد دوم: ۵۰ روپے

☆ مولانا سید سلیمان ندوی کی تصانیف کا مطالعہ: قیمت: ۷۰ روپے

☆ مولانا سید سلیمان ندوی کی دینی و علمی خدمات: قیمت: ۱۵ روپے

☆ ہندوستان کے عہد وسطی کی ایک جھلک: قیمت: ۸۰ روپے

☆ صوفی امیر خسرو: قیمت ۳۰ روپے